

سرکاری رپورٹ (مباحثات)

پینتالیس وال اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 31 اکتوبر 2017ء، روز مغل بہ طبق 10 صفر المظفر 1439 ھجری۔

نمبر شمار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	وقفہ سوالات۔	04
3	توجہ دلاؤ نوٹسز۔	04
4	رخصت کی درخواستیں۔	16
5	مشترکہ قرارداد نمبر 20 می جانب: شیخ جعفر خان مندوخیل، جناب نصراللہ خان زیرے، محترمہ سپوزنی، محترمہ عارفہ صدیق اور محترمہ مقصودہ حیات، ارکین اسمبلی۔	06
6	مشترکہ قرارداد نمبر 101 می جانب: جناب محمد خان لہڑی اور محترمہ یاسین لہڑی، ارکین اسمبلی۔	19
7	مشترکہ قرارداد نمبر 101 می جانب: جناب محمد خان لہڑی اور محترمہ یاسین لہڑی، ارکین اسمبلی۔	32
8	قانون سازی۔	34
9	گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔	51

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر-----میڈم راحیلہ حمید خان ذرا نی

ایوان کے افسران

جناب رحمت اللہ جنگ -----سیکرٹری اسمبلی

جناب عبدالرحمن -----ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)

جناب مقبول احمد شاہواني ----- چیف رپورٹر



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 31 اکتوبر 2017ء بروز منگل بہ طابق 10 صفر المظفر 1439 ہجری، بوقت شام 04 بجھر 55 منٹ پر زیر صدارت محترم راحیلہ حیدر خان درانی، اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

میڈم اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ حَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ ﴿٤﴾ وَإِنْفَقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمُوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخْرَجْتَنِي إِلَى أَجْلِ قَرِيبٍ لَا فَاصْدَقُ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥﴾ وَلَنْ يُؤْخِرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا طَ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٦﴾

﴿پارہ نمبر ۲۸ سورۃ المنافقون آیات نمبر ۶ تا ۱۱﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں ٹوٹے میں۔ اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا اس سے پہلے کہ آپنچے تم میں کسی کو موت تب کہے اے رب کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں۔ اور ہرگز نہ ڈھیل دے گا اللہ کسی جی کو جب آپنچا اس کا وعدہ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔ وَمَا عَلِمْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

میڈم اسپیکر: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وقفہ سوالات۔ سردار عبدالرحمن کھیتران صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 361 دریافت فرمائیں۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: شکر یہ میڈم اسپیکر! سوال نمبر 361۔

میڈم اسپیکر: چونکہ ہوم منسٹر ایوان میں موجود نہیں ہیں، اور میرے خیال میں اُنکی درخواست بھی آئی ہے تو آپ کے تمام سوالات ان کے محکمے سے تعلق رکھتے ہیں۔ 364, 362, 363, 361 اور 365۔ تو سردار صاحب! ان کو defer کر دوں next session کیلئے؟ ٹھیک ہے۔ تو میں ان تمام سوالات کو جن کے جوابات بھی نہیں آئے ہیں۔ جن سوالات کے جواب نہیں آئے ہیں۔ سیکرٹری اسمبلی صاحب! آپ ہوم سیکرٹری سے رابطہ کریں۔ اور next session تک تمام سوالات کے جوابات پیش کریں۔ تو next session کے لئے میں ان تمام سوالات کو defer کرتی ہوں۔ توجہ دلاؤ نوٹس۔ جناب نصراللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنی توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: (الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 15 اکتوبر 2017ء بروز اتوار دن دیہاڑے ڈیڑھ بجے مستوگ بazar کے میں چوک پر پشوٹ نوامیپ کے رکن عطا اللہ بڑی پیچ کو ہمشنگر دوں نے ٹارگٹ کر کے شہید کیا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے قاتلوں کو گرفتار کیا ہے؟ اگر قاتل اب تک گرفتار نہیں ہوئے ہیں تو حکومت نے اس سلسلہ میں اب تک کیا اقدامات اٹھائے ہیں، تفصیل دی جائے؟

میڈم اسپیکر: نصراللہ زیرے صاحب! آپ کے call attention notice کا تعلق بھی ہوم منسٹر کے حوالے سے ہے۔ وہ نہیں آئے ہیں۔ کیونکہ یہ بڑا specific question type کیمپنی کیا نا۔ کیونکہ یہ بڑا specific issue type نہیں ہے۔

جناب نصراللہ خان زیرے: ایسا ہے کہ نواب محمد خان شاہو ای صاحب چونکہ اُس حلقة کے ایم پی اے ہیں۔ اور شاید ان کو پہتہ ہو اس حوالے سے۔ چونکہ یہ واقعہ ہوا۔ اور اسکے بعد وہاں پر میں خود گیا آفاتحہ کیلئے، کوئی وہاں پر حکومتی ذمہ دار شخص نہیں تھا، نہ انتظامیہ کے اُنکے گھر گیا ہے۔ نہ کسی نے فاتحہ کیا ہے۔ اور بڑا ہم issue دیتا ہے۔ اگر اس پر نواب صاحب! اُس کو شاید پتہ ہے۔ اس حوالے سے کچھ ہمیں وہ کریں۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے میں نواب صاحب سے پوچھ لیتی ہوں۔ لیکن ہوتا ہے یہ کہ call attention notice concerned minister کا ہوتا ہے۔ اور اگر دوسرے منسٹر کو یا اپنے کسی ممبر کو اختیار دیتا ہے۔ نواب صاحب! آپ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

نواب محمد خان شاہواني (وزیر ملکہ ملازمت ہائے امور عمومی نظم و نق): شکریہ۔ بالکل یہ افسوسناک واقعہ مستونگ میں پیش آیا۔ بلکہ ایک دن بعد ایک پینڈگرینیڈ بھی بازار میں یہ واقعہ ہوا تھا جس میں کافی جو بازار میں لوگ تھے وہ زخمی ہوئے تھے۔ باقی اس واقعہ کے بعد ہمارے جو معززین تھے وہ انکے پاس فاتحہ کیلئے۔ باقی ہمارے جو مستونگ کے ڈپٹی کمشنز ہیں اور باقی، ایس پی پولیس ہیں، میں نے انکے ساتھ میٹنگ بھی کیا ہے۔ کیونکہ یہ لگاتار دو، تین واقعات اس قسم کے مستونگ بازار میں ہوئے ہیں۔ تو اس ثالثم تو نہیں ہو سکا ہے وہ فرار ہو گئے شاید۔ لیکن باقاعدہ ہمارے ڈپٹی کمشنز اور ایس پی پولیس لیوں تک کے ہیں۔ جن کا مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ باقاعدہ طور پر اپنے ذرائع سے بھر پور انداز میں کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ کہ جہاں سے بھی ہو۔ لازمی ہے کہ یہ وہی ٹارگٹ ٹکریز ہیں۔ وہی حکومت دشمن عناصر ہیں، ملک دشمن عناصر ہیں جو ہم سب کیلئے وہ ہیں۔ تو اسکے لئے وہ باقاعدہ کوشش کر رہے ہیں، اپنے ذرائع سے اور وہ انشاء اللہ ہم پر امید تھے کہ ہم جلد از جلد اس کیلئے ضرور کوئی نہ کوئی نتیجے پر پہنچیں گے۔ باقی سلسلہ ہوم منٹر کو معلوم ہو گا وہ سارا۔ لیکن اس کے لئے یہ ہے کہ کوشش جاری ہے۔ اور میں نے انکو مزید بھی تاکید کیا ہے کہ مستونگ بازار ہے جو ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اُس کو مزید فورسز، کیونکہ پولیس کا کہنا تھا کہ۔ ہمارا یہ ہے کہ چار سال سے مستونگ کیلئے میں نے بہت زیادہ کوشش بھی کیا۔ اس حوالے سے میں مزید کہتا ہوں کیونکہ ہماری نفری مستونگ کی بالکل کم ہے۔ پولیس کی بھی اور لیویز کی بھی۔ اور ہمارے مستونگ سے تین ہائی ویزگزرتے ہیں۔ ایک نو شکی ہائی وے ہے، کراچی اور خضدار والا۔ اور ایک سبی والا۔ اور روزانہ یہاں پر VIP movements ہوتی ہیں۔ جن میں اکثر ہمارے لیویز کی گاڑیاں ہیں۔ یا پولیس کی وہ VIP movement میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور اکثر یہاں پر زائرین کا آمد ہوتا ہے۔ ساٹھ ساٹھ، ستر ستر گاڑیاں۔ تو ٹوٹل فورس ہماری مستونگ کی جتنے بھی ہماری چار تھیصلی ہیں۔ وہ سارے اسیں لگے رہتے ہیں۔ اور وہ لیویز کی ان چار سالوں میں کوئی بھی پوشنیں انہوں نے وہ نہیں کئے ہیں۔ تو ہماری گزارش یہ ہے کہ یہاں پر مزید وہ کیا جائے۔ میں نے DC کو بھی کہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں کچھ لیویز دے دوں گا، بازار کیلئے تاکہ وہ بازار کو نظر ہوں کرنے کی کوشش کریں۔

میڈم اسپیکر: زیرے صاحب! آپ satisfy ہیں جواب سے؟

جناب نصراللہ خان زیرے: نواب صاحب کے جواب سے کہ انہوں نے کہا کہ اس بارے میں اقدامات کیتے جائیں گے۔ میرا ایک request یہ ہے۔ چونکہ ایک گھر میں ایک واقعہ ہوا ہے۔ ایک شہید ہوا ہے۔ تو کم از کم ہمارے حکومت کے طور پر ہمیں جانا چاہیئے انکے فاتحہ خوانی کیلئے۔ انہیں تسلی دینے کیلئے، compensation کیلئے۔ تو میں نواب صاحب سے request کروں گا۔ چونکہ نواب صاحب کا اپنا حلقوہ ہے۔ وہ اس طرف خصوصی توجہ دیں۔ اور next ٹائم میں آپ رکھ دیں۔ تاکہ ہوم منٹر اس میں باقی جو حالات ہیں، گرفتاری ہے، دشمنگردوں کے حوالے سے، وہ معلومات دیں گے۔

میڈم اسپیکر: نواب صاحب! اگر آپ چلے جائیں تو یہ اچھا ہوگا۔ آپ کا اپنا حلقة ہے۔ تو ان کی دل کی تسلی بھی ہو جائے گی کہ آپ اپنے حلقة کے بعد ہر ان کی ساتھ اتنا تکلیف دہ واقعہ ہوا ہے۔

وزیر مکملہ ملازمتہائے امور عمومی نظم و نسق: کل میں نے اپنا ایک پروگرام رکھا ہوا ہے وہاں مستونگ جانے کا۔ اور میں ڈپٹی کمشنر کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

میڈم اسپیکر: چونکہ منظر صاحب نہیں ہیں۔ تو میں اس کو بھی defer کرتی ہوں next session کے لئے۔ جناب عبدالجید خان اچجزی! آپ اپنی توجہ دلا و نوٹس سے متعلق سوال دریافت کریں۔

جناب عبدالجید خان اچجزی: شکریہ میڈم صاحب! (الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ بلوچستان کی جیلوں میں اصلاحات سے متعلق آغا سید لیاقت علی، چیئر مین، قائمہ کمیٹی برائے مکملہ داخلہ و قبائلی امور کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ کمیٹی نے اپنی پہلی نشست میں جیلوں کی اصلاحات سے متعلق 48 تجویز دیئے تھے۔ اور ان تجویز کو تمام محکموں کے سیکرٹری صاحبان کو ان کی آراء کیلئے بھجوائے گئے تھے۔ لیکن اب تک اس بارے میں کوئی پیشرفت نہیں ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ ہمارا جیل کا موجودہ قانون 1894ء کا ہے جو کہ دور حاضر کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا ہے۔ اور اب تو قیدیوں کو 14 اگست، مذہبی تھواروں وغیرہ کے موقعوں پر دی جانے معافیاں بھی ختم کر دی گئی ہیں۔ جو کہ سراسر نا انصافی کے متراوٹ ہے۔ جبکہ صوبہ پنجاب، خیر پختونخوا اور سندھ کی حکومتوں نے اپنے جیلوں کی اصلاحات کے بارے میں کافی بہتری لائی ہے۔ صوبہ بلوچستان کی جیلوں میں قانون کو بھی صوبہ پنجاب، خیر پختونخوا اور سندھ کے قانون کے ساتھ موازنہ کرنا چاہئے۔ تاکہ ہمارے جیلوں کے قانون میں بھی بہتری لائی جاسکے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے اب تک کمیٹی کی طرف سے تجویز کردہ 48 تجویز پر کتنا کام کیا ہے؟۔ اور ان تجویز کو آخري عملی شکل دینے کے بارے میں کمیٹی کی دوسری میٹنگ کا انعقاد کب ہو گا کی مکمل تفصیل دی جائے؟

میڈم اسپیکر: مجید اچجزی صاحب! اس کا بھی تعلق ہوم ڈیپارٹمنٹ سے ہے اور چونکہ یہ آغا صاحب کی کمیٹی ہے۔ اس پر آپ نے کہا ہے کہ کمیٹی نے کام کیا ہے۔ تو آغا صاحب آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

آغا سید لیاقت علی: شکریہ ماڈام اسپیکر! جہاں تک سفارشات کا تعلق ہے۔ واقعی 43 سفارشات کا ایک letter ہمیں موصول ہوا تھا۔ جس پر آپ نے کمیٹی کے سپر داں کو کیا تھا۔ کمیٹی نے 3 اگست 2017ء کو اس پر میٹنگ بلائی باقاعدہ۔ اس میں جو آفیسر ہم نے کال کئے تھے، وہ آئے تھے۔ اور طے یہ ہوا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر اسپکٹر جیل خانہ جات اور سیکرٹری قانون دونوں بیٹھ کر کے جوانہوں نے بھیجے ہیں تجویزات، اس میں باقاعدہ یہ لوگ دیکھیں کہ قانون طور پر یہ کمیٹی اس پر کتنا

کام کر سکتی ہے۔ لیکن بدستقی یہ ہوئی مادام اپسیکر! کہ بار بار اسمبلی کے ریمانڈر کے باوجود ان لوگوں نے کوئی جواب ارسال نہیں کیا۔ آج مجھے اسمبلی میں پتہ چلا کہ آج تین بجے کے قریب یعنی اسمیں انہوں نے کہا ہے، انسپکٹر جیل خانہ جات کی طرف سے ایک خط آیا ہے۔ اور اس نے کہا کہ یہ سارے مطالبات ہم مانتے ہیں۔ اور اس پر مزید دویا تین مطالبات مزید اس میں درج کر کے یہ letter بھیجا ہے۔ میڈم اپسیکر! اس میں کچھ ایسے مطالبات ہیں۔ جن کا جیل خانہ جات یا قانونی جو ہمارا law یا فناں ڈیپارٹمنٹ اُن سے related تھے۔ تو اس سلسلے میں بجائے اسکے کہ وہ ایک ایک para comments کرتے ہیں۔ اور یہ بھیجتے۔ کہ اسمیں ہم نے فناں کے ساتھ یہ کیا ہے۔ law کے ساتھ یہ ہوا ہے۔ اور یہ یہ اس پر باقاعدہ remarks دیتے۔ یا اس پر باقاعدہ اپنا option دیتے۔ وہ نہیں کیا ہے۔ اب سلسلے میں یہی ہو سکتا ہے کہ ہم جتنا جلد ہو سکے کمیٹی کی مینگ کاں کریں اور اسمیں جو متعلقہ لوگ ہیں۔ اُن کو بلا کیں۔ یہاں تک رپورٹ ہے۔ اس میں جو کچھ سنتی ہوئی ہے۔ وہ صرف انسپکٹر جیل خانہ جات کی طرف سے ہوئی ہے۔ اسمبلی نے کمیٹی نے جوان کے ذمے کام تھا وہ پورا کیا ہے۔ شکر یہ۔

میڈم اپسیکر: جی مجیدا چکزی صاحب۔

جناب عبدالجید خان اچجزی: میڈم اپسیکر! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ آغا صاحب نے اس میں محنت کی ہے۔ ابھی اس میں میں زیادہ وقت نہیں لوں گا، صرف دو منٹ آپ کا لوں گا۔ میڈم اپسیکر! ابھی جیل میں ہر رات قیدیوں کے اوپر چھاپے لگتے ہیں۔ کہ آپ کے پاس موبائل ہے۔ سارے ملک کے جیل خانہ جات میں پی اسی اوکی سہولت دی گئی ہے۔ اگر آپ ایک قیدیوں کو پانچ، چھ، سات، پیسی اوکی سہولت دیں گے، تو ان کو موبائل رکھنے کی ضرورت کیا ہے۔ پریکٹیکلی ہر رات کو قیدیوں کی بے عزتی ہوتی ہے۔ وہی موبائل لیتے ہیں، وہی موبائل صحیح بیچ کر کے واپس قیدیوں کو دیتے ہیں۔ ابھی اس کے علاوہ میڈم اپسیکر! یہ آغا صاحب نے دیکھے ہو گئے۔ جیسے آغا صاحب نے کہا سیکرٹریز کو پابند کر لیں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ سارے مطالبات جائز ہیں۔ ہم نے مان لیے۔ ابھی میں آپ کو بتاتا ہوں 140 قیدی ایک یا یک میں اور واش روم ایک اسمیں پانی نہیں ہے۔ 140 قیدی، جس میں ستر، اسی سال کی عمر کے قیدیوں سے لیکر کے، مطلب 140 قیدیوں کیلئے ایک واش روم نہیں ہے۔ مطلب یہ کیا مسئلہ ہے؟۔ ساری دنیا میں، اگر ایک یا یک میں ایک قیدیوں کیلئے آپ ایک ٹیلیویژن لگا دیں۔ جالی لگا دیں۔ شیشہ لگا دیں۔ گیزر لگا دیں۔ اُن کیلئے پنکھا لگا دیں۔ بلب دے دیں۔ اتنے بڑے پیانے پر کرپشن جیل خانہ جات میں ہو رہی ہے کہ آپ اندازہ ہی نہیں لگاسکتے ہیں۔ آپ کو تہائی چاہیے، چچاں ہزار روپے ریٹ ہے۔ آپ کو بیکلاس چاہیے تین لاکھ روپے ریٹ ہے۔ آپ کو فلاںی سہولت چاہیے دولاکھ روپے ریٹ ہے۔ مطلب یہ تو، مطلب ایک civilized معاشرہ تو لے کر کے، وہ تیسری دنیا میں گرے ہوئے لوگ بھی ایسا نہیں کرتے ہیں۔ مطلب لوگوں کو نکالنا، لوگوں کو وہ کرنا۔

عام use drugs ہوتے ہیں جیل میں۔ کہاں سے آتی ہے یہ؟ میں میدم اسپیکر! اسیں ایک ریکویٹ یہ ہے۔ ابھی آپ دیکھ لیں، ہائی کورٹ کل فیصلہ کرچکی ہے۔ انہوں نے ہائی کورٹ کے حوالے سے انہوں نے دیا ہے فیصلہ انہوں نے کہا کہ لیوین اور پولیس فورس کے جو کلاس فور کے ملازمین ہیں انکی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ابھی آپ اندازہ لگائیں کہ جیل کے وارڈنز کیلئے، انہوں نے کیا لکھا ہے۔ اکبر رانی صاحب جب سیکرٹری ہوم تھے تو انہوں نے لیٹر لکھا ہے کہ it is a force۔ دوبارہ جب فائننس سیکرٹری تھے انہوں نے لیٹر لکھا ہے۔ آپ نے وردی دی ہے۔ آپ نے ٹریننگ دی ہے۔ آپ نے بندوق دی ہے۔ پھر یہ فورس نہیں ہے کیا ہے قلی ہے؟۔ یہ کیا ہیں مطلب؟۔ ابھی آپ اندازہ لگائیں کہ اگر ہم انکی تنخواہیں ٹھیک کر لیں۔ جیل اصلاحات کر لیں۔ اور یہ تو جو 48 ریفارمز ہیں جیسے آغا صاحب نے کہا کہ جیل والے کہہ رہے ہیں کہ تمیں تین ہم نے اور additions کئے ہیں۔ مطلب کم سے کم آپ دیکھ لیں، ابھی ہمارے کوئی سینٹرل جیل جو ہے اسکی capacity میرے خیال میں 240 ہے یا 260 ہے۔ ابھی جو قیدی لے رہے ہیں، وہ سولہ سو کے قریب ہیں۔ اچھا! سولہ سو قیدی یوں کیلئے پانی نہیں ہے۔ مطلب ابھی ہم لوگوں نے کچھ ادھر سے، ادھر سے تھوڑے بہت کام کئے ہیں۔ مگر not enough۔ ابھی دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے جیل میں پیروں بند ہے۔ ابھی دیکھیں قانون میں لکھا ہوا ہے، آئین میں لکھا ہوا ہے، جس نے one-third جیل کاٹا ہے اسکو چھوڑ دیں۔ پانچ خواتین ایسی ہیں جنہوں نے پیلکیلکی پندرہ سال سے زیادہ جیل کاٹی ہیں۔ اور انکو جیل چوپیں سال ہوئی ہیں۔ اچھا! سارے صوبے میں معافیاں ہیں، ہمارے جیل میں نہیں ہیں۔ نہ چودہ اگست کی چھٹی ہے ہمارے جیل میں۔ نہ قرآن شریف ختم کرنے کی چھٹی ہے۔ نہ ایک امتحان پاس کرنے کی چھٹی ہے۔ مطلب آخر ہمارا صوبہ کہاں جا رہا ہے؟۔ آپ یہ دیکھ لیں۔ بچوں کو علیحدہ نہیں رکھا جاتا ہے۔ وہ تو اس دن سردار صاحب نے اسکے بارے میں کی ہے۔ اچھا! خواتین وہاں پر ہیں ان کی ساتھ بچے ہیں۔ خواتین وہاں جیل میں ہیں اُنکے ساتھ بچے ہیں۔ ان کا کوئی بندوبست نہیں۔ آخر یہ قیدی کاراشن کتنا ہے ڈیلی؟ مطلب اُس کو تو روٹی دال تو ملنی چاہیے؟۔ آپ کے پاس بیرکس میں جب آپ 240 یا 280 قیدیوں کیلئے سولہ سو کارکھیں گے۔ بالکل جانوروں کی طرح لٹایا جاتا ہے۔ اور ایک دوسری بات میدم اسپیکر! آپ کے حوالے سے، یہ ساری ہاؤس بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ بارڈر پاس کے حوالے سے جو تماشہ جا رہا ہے۔ یہ ہر روز جو ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو سو بندوں کو لا تے ہیں بارڈر پاس سے۔ یہ ہماری پولیس والے تو جتنے ہم کہیں اُنکے بارے میں وہ کم ہیں۔ مطلب بارڈر پاس میں یہ ہے، اچھا! ایک تو بارڈر پاس ہے جو N.U. کا معہدہ ہوا ہے۔ کہ ان کو ورنگ پیپر دیا جائیگا۔ بارڈر پاس۔ اگر وہ بارڈر پاس ہے تو اس کو 48 گھنٹے میں آپ نے بارڈر سے پاس کرنا ہے۔ چار مہینے سے یہ بارڈر پاس والے رہ رہے ہیں۔ ابھی آپ نے لوگوں کو بند کیا ہوا ہے بارڈر پاس کے نام پر۔ یہ خضدار کے بھی ہیں، ثواب کے بھی ہیں، لورالائی کے بھی ہیں، قلعہ عبداللہ کے بھی ہیں، پشین کے بھی

ہیں۔ بولتا ہے ”آپ کے پاس شناختی کا رُنہیں ہے“۔ مطلب میری عمر اٹھارہ سال کی نہیں ہے مجھے شناختی کا رُنہ allowed ہی نہیں ہے مطلب یہ رامہ ہمارے ساتھ جو ہورہا ہے۔ میں اور دوسرا طرف نہیں جاؤ گا، خالی جیل کی طرف آؤ نگا میڈم اسپیکر! request! humbly request ہے، سارے ہاؤس سے ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ اس وقت ہمارے جیلوں میں تقریباً کوئی 9900 قیدی ہیں۔ مطلب اُس دن آپ نے اخبار میں دیکھا تھا گذانی جیل پر ایف سی نے چھاپ لگایا تھا اور گذانی جیل سے عکھے نکالے تھے، دو مہینے پہلے۔ گذانی میں ایک قیدی پنکھا نہیں لگائے گا تو وہ کیا کریگا؟ مجھے جیل میں ایک قیدی پنکھا نہیں لگایگا تو کریگا؟ وہ انسان نہیں ہے؟۔ نہیں مجھے جیل، گذانی، ژوب میں عکھے کی بھی اجازت نہیں ہے؟ ٹھیک ہے ہمارے لئے نہیں ہے صحیح۔ باقی قیدیوں کیلئے تو صحیح ہے۔ اخبار میں اتنی بڑی فوٹو تھی کوئی مجریا کریں ایف سی کا کھڑا ہوا تھا کہ انہوں نے یہ عکھے جیل سے نکلوائے ہیں۔ for God sake یہ ایک مہندب معاشرے میں نہیں ہوتا ہے۔ یہ ایمانداری سے ظلم ہے۔ خضدار کے جیل میں پانی نہیں ہے۔ اگر کوئی پیسہ والا قیدی ہے تو وہ ایک ٹینکر منگوالیتا ہے ورنہ واہ واہ۔ جیل میں پانی نہیں ہے۔ باقی وہ ہے۔ تو یہ اصلاحات یہ سینٹرل جیل کوئی کیلئے نہیں ہے، یہ سارے صوبے کے اوپر apply ہونگے۔ تو آئیں آپ یہ کر لیں۔ کمیٹی کے چیئرمین لیاقت آغا صاحب ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سیکرٹریز کو پابند کر دیں، kindly next اجلاس میں جو ہوگا، اس کی روپورٹ پیش کی جائے۔ اور اس پر عملدرآمد شروع کر لیں۔ ابھی 180 قیدیوں کی ایک بارک میں ایک واش روم ہے۔ واش روم میں نکاہی نہیں ہے۔ یہ جس طرف ہم جا رہے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں 1600 قیدیوں کیلئے ایک ڈینٹل ڈاکٹر نہیں ہے۔ ڈینٹل چیئر نہیں ہے، ہپتال میں۔ جوڑا کٹر ادھرا تا ہے وہ دوسرے دھندرے کیلئے آتا ہے وہاں جیل میں۔ ڈیڑھ گھنٹے، ایک گھنٹے کیلئے آتا ہے نہ کوئی مریض کو دیکھتا ہے نہ کوئی مریض ہی ہے۔ اور آپ اندازہ لگائیں کہ جیل وارڈ میں پیناڈول کی گولی نہیں ہے۔ ابھی سولہ سو قیدیوں میں پریلٹیکلی لوگ دانت کیل سے نکالتے ہیں۔ کہ فلاں اس بندہ اچھا دانت نکال سکتا ہے۔ ایک ڈینٹل چیئر کا میں نے سیکرٹری ہیلتھ کو کہا تھا، اس دن میں نے request کی، اُن کو میں نے ادھری کہا۔ میں نے کہا کہ ایک ڈینٹل سرجن کی ڈیوٹی تو آپ لگادیں کہ وہ کم سے کم ہفتے میں دو یا تین دن ڈینٹل کا کام تو کر لے۔ باقی وہ کر لے۔ ابھی منسٹر صاحب بھی آگئے ہیں یہاں۔ تو باقی تو ساری روپورٹ آپ بھی دیکھ لیں اس کی کاپی ہم دے دیں گے۔ مطلب آج تو last day ہے سیشن کا۔ next آنے والے سیشن میں اسکے اوپر عملدرآمد شروع ہونا چاہیے۔ thank you.

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔

سردار عبدالرحمن کھمیران: میڈم اسپیکر۔

میڈم اسپیکر: سردار صاحب! ویسے بھی call پر بحث نہیں ہو سکتی ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: میڈم اسپیکر۔ میں اس پر تھوڑا سے گزارش کرنا چاہتا ہوں۔
میڈم اسپیکر: جی، جی بتائیں۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: ہمارے دوست مجید صاحب نے جواباتیں کی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جو وہاں پر رہا ہے اس کو ساری چیزوں کا علم ہے نا۔ اُس دن honourable منستر ہوم مجھ سے ناراض ہو رہا تھا کہ جی آپ نے یہ چیزیں نشاندہی کیوں کی۔ اب ہم کہاں نشاندہی کریں؟ تو میں دو گزارش کروں گا۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ جو کمیٹی ہے اس میں میں نے اس پر کافی کام کیا ہے جیل اصلاحات پر، اپنے طور پر، thesis بھی بنائے ہیں۔ تو مجھے بھی specially include طور پر اس میں کر دیں تاکہ میں بھی اپنی suggestion دے دوں تاکہ آغا صاحب پھر further اس پر قانون سازی کریں۔ دوسرا جیسے مجید خان نے کہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں آپ دے دیں خیر خیرت ہے۔ میں قید ہوا، مجھے 33 سال سزا کی، مجھ شفت کر دیا۔ میں نے وہاں پر مرتضی کا سی تھا، اچھا آدمی تھا جیل سپر نئندنٹ۔ میں نے اُس کو request کی۔ ہائی لیوں پر میں گیا ہی نہیں۔ میں نے کیبل لگوادی۔ آپ یقین کریں میڈم اسپیکر! کہ قیدی اتنے مطمئن تھے۔ ہر ایک آدمی اپنے وارڈ میں پرسکون بیٹھا ہوا تھا۔ اور ٹوپی وی دیکھ رہا تھا۔ اسی طریقے سے پی سی او ہے۔ اب جیل کے قانون میں جیسے ایک anti-body ہے۔ اس وقت کوئی جیل میں ٹوٹل کا ٹوٹل کنٹرول body-anti- کے پاس ہے۔ it's mean کہ اندر تلاشی بھی الیف سی لیتی ہے۔ ملاقات بھی الیف سی کر رہی ہے۔ مطلب سب چیز وہ کر رہے ہیں۔ میں پھر، ہوم منستر تو ہے نہیں، وہ ناراض ہو جائیگا۔ اُس دن یہ لوگ گئے کسی کے ملاقات کیلئے۔ میں نام نہیں لونگا ادھر۔ اُس سے پہلے ایک مجرم اور کرٹل وہاں جا کے بیٹھ گئے، ڈریٹھ گھنٹے تک پاؤں رگڑتے رہے، اُسکو ملاقات نہیں کرنے دی گئی۔ اب ہوم منستر کی یہ پوزیشن ہے میڈم اسپیکر! اب وہ پھر ناراض ہو جائیگا کہ آپ نے نشاندہی کر دی۔ تو یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اگر آپ اُس کو، ملاقات ہے، بیوی پیسز پر واپیٹر یہر بھی ہیں، فناں رجھی ہیں۔ مجھے جیل میں ہیں۔ تیس کمرے بن جائیں۔ تمام قیدی مطمئن ہونگے۔ اسلامی رو سے بھی۔ اور مہینے میں ایک دفعہ ایک قیدی ہزار روپے جمع کرائیگا۔ اور بارہ گھنٹے اپنی فیملی کیسا تھا گزارے گا۔ تو اسلامی۔ اگر ایک کو کچیں سال، پچاس سال سزا ہے۔ تو اُسکی wife کی تو ایک حساب سے طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر اُسکی ملاقات مہینے کے بعد، دو مہینے کے بعد اپنی فیملی سے ہوتے ہے۔ بچے ہیں اس کی بیوی ہے بیوی پیسز پر تمیں کمرے بننے ہوئے ہیں۔ جیل کے اندر premises ہیں، ادھر باغچہ ہے۔ اب میڈم اسپیکر! مجھے جیل کے، مجید خان تو بھی تک ادھر ابتدائی طور پر ادھر ہے۔ اب پتہ نہیں ہے اس نے اور میں نے کہاں کہاں تک جانا ہے؟

میڈم اسپیکر: اللہ نہ کرے۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: میڈم اسپیکر! مجھے جیل میں بیل گاڑی پر، ٹوٹل جو پرانے زمانے کے کمود، ابھی کچھ لگے ہیں،

کچھ ہم لوگوں نے لگوائے تھے۔ پرانے وہ جو نہیں ہے ایسے کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ بیٹھ سے اٹھاتے ہیں وہ ریڑی بھرتی ہے۔ اور پورے جیل سے گزر کے وہ باغ میں جا کے اُسکو خالی کرتے ہیں۔ اور خاص کر گرمیوں میں جیسے انہوں نے کہا مجید نے کہا کہ پنچھانہیں لگائیں گے تو کہاں جائیں گے؟۔ پوزیشن یہ ہوتی ہے کہ گرمیوں میں جب ایک جگہ پر پچاس ساٹھ آدمی جا کے با تھروم کریں گے۔ اُبل رہا ہوتا ہے ایسے۔ اور کھیاں ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ یا آدمی تو اُدھروہ با تھروم use ہی نہیں کر سکتا ہے۔ تو یہ kindly include مجھے اگر کر دیں گے، میرے پاس اسکے thesis بھی ہیں، میں بھی تھوڑی سی support آغا صاحب! آپ لوگوں کو کروں گا۔ اس میں قانون سازی ہو جائیگی۔

میڈم اسپیکر: جی جعفر مندو خیل صاحب۔

شیخ جعفر خان مندو خیل (وزیر مکملہ مال، ایکسائز اینڈ ٹکسیسیشن ور انپورٹ) : میڈم اسپیکر! یہ اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو سب سے زیادہ پتہ ہے۔ ہم کو تو کچھ بھی، یہ آج کل باتیں سن کر حیران گئی جیسی ہو رہی ہے کہ یہ ہم جس گورنمنٹ میں ہیں، ہم لوگوں نے اُسکو کیوں اتنا neglect رکھا ہوا ہے؟۔ بہتر ہے ان کو شامل کر دیں۔ اور اس کے اوپر کوئی stress کرتے ہیں کہ اسکے اوپر کچھ عملدرآمد بھی ہو۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جناب عبدالجید خان اچکزئی کا جو call attention notice ہے، بڑا important ہے۔ اور وہ بار بار مختلف موقع پر اسکے اوپر اس کا اظہار بھی کر چکے ہیں، خاص طور پر جیل کی حالت زار پر تو انہوں نے بڑی معلومات دی ہیں، اسمبلی کو۔ عبدالجید صاحب! ویسے آپ سے قیدی تو، بہت خوش ہوں گے۔ جناب آغا لیاقت صاحب جو چیز میں ہیں قائمہ کمیٹی کے انہوں نے بھی ایوان کو آگاہ کیا ہے کہ وہ بالکل بھی اس روپوٹ سے مطمئن نہیں ہیں۔ اور انہوں نے اسے غیر تسلی بخش قرار دی ہے۔ ہمارے ممبر نے یہ request کی ہے تو مجلس قائمہ کے چیز میں آغا صاحب کو کہوں گی کہ وہ اس بابت کمیٹی کا اجلاس جلد از جلد بلا کیں اور اس میں جتنی بھی سفارشات جیل کے حوالے سے تھیں، وہ اس پر منی روپوٹ اگلے اسمبلی سیشن میں پیش کریں اور جو اگر ممبر نہیں آتے ہیں، تو میں instructions دیتی ہوں اسمبلی سیکرٹریٹ کو کہ وہ جتنے بھی سیکرٹریز اس کے ممبر ہیں، ان کی شمولیت کو یقینی بنائیں۔ شمس صاحب! آپ اور سیکرٹری جنک صاحب کیلئے ہے کہ آئندہ جو بھی میٹنگ ہو ان کے بغیر آپ نہ کریں اور ان کو لازمی ہونا چاہیئے۔ اور ہمارے جو ممبر ہیں سردار عبدالرحمن کھیڑان صاحب، عبدالجید خان اچکزئی صاحب! آپ ممبر ہیں عبدالجید صاحب اس کمیٹی کے؟ آپ دونوں کو میں اس کمیٹی کا ممبر، چونکہ آپ محرک بھی ہیں اور سردار کھیڑان صاحب نے بھی کافی اس پر بار بار نشاندہی کی ہے، آپ دونوں کو اس کمیٹی کا ممبر بناتی ہوں، اپیشل آپ تشریف لا کیں اس میں اور اس پر اپنی جو بھی سفارشات ہیں، اُس کو اچھے انداز میں بیان کریں۔ بعض دفعہ ایک آدمی کے جواب پر طور پر پیش کرنے کا اسئلہ بھی اتنا اچھا ہوتا ہے کہ دوسرا خواخواہ اُس سے متاثر

ہوتا ہے اور اس پر کام کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جس طرح سے کمیٹی آغا صاحب کامیں نے پہلے ذکر کیا تھا کہ کام کر رہی ہے۔ تو قیدیوں کو، خاص طور پر قیدیوں کو، چونکہ قیدی جو ہوتے ہیں وہ already ایک سزا بھگت رکھتے ہیں اور اس کو اتنی un-human قسم کا ماحول دیا جائے گا، تو یہ تکلیف دہ بات ہو گی۔ تو قیدیوں کو پوری دنیا میں اُن پر کام ہو رہا ہے، خاص طور پر میں یہاں پر آغا صاحب! آپ کو ہوں گی اور مجید صاحب! آپ نے باقیوں کا کہا۔ آپ juvenile، جس پر سردار صاحب نے بھی لایا تھا اور women جیل کے حوالے سے، women قیدیوں کے حوالے سے بھی سفارشات مرتب کریں۔ اور ساتھ میں میں اسمبلی سیکرٹریٹ کو کہتی ہوں کہ آئی جی جیل خانہ جات کو میں چیمبر میں ٹیکا ڈال گی اور ان سے الگ بھی اس موضوع پر بات کروں گی۔ اور اس میں آغازیافت صاحب بھی ہمارے ساتھ بیٹھیں گے۔ thank you.

میڈم اسپیکر: تو اسی حوالے سے اس کو میں نمائادیتی ہوں عبد الجید خان اچکزی کے call attention notice کو اس روئیگ کے ساتھ محترم کشور احمد جنگ صاحب! آپ اپنا توجہ والا نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

محترمہ کشور احمد جنگ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ کیا وزیر بلدیات ار را کر مطلع فرمائیں گے۔

(الف)۔ کہ کوئی شہر میں صفائی سترہائی کا انتظام بالکل تسلی بخش نہیں ہے کہ کچھرہ دان اگر موجود ہوتے ہیں تو انہیں صفائی کا عملہ بروقت ٹھکانے نہیں لگتا ہے۔ جس کے باعث کوئی شہر جو پہلے Little Paris اور Mini-London کہلاتا تھا، گندگی کے ڈھیر کا منظر پیش کر رہا ہے۔

(ب)۔ اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مکمل بلدیات کوئی شہر کے صفائی سترہائی کو یقینی بنانے کے لئے کیا ارادہ رکھتی ہے۔ تفصیل دی جائے۔

میڈم اسپیکر: تین صاحب! یہ آپ کے حوالے سے ہے، آپ اس وقت call attention notice پر توجہ دیں یہ آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے، جی منظر لوکل گورنمنٹ۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین (وزیر بلدیات): یہ کوئی شہر کے متعلق صفائی کا ہے، میڈم! حقیقت میں صوبائی حکومت نے بار بار اس پر وزیر اعلیٰ کی تیادت میں میٹنگیں کی ہیں اور اس لحاظ سے مشینی کیلئے وزیر اعلیٰ نے پیسے دیئے اور مشینی بھی پہنچ گئی ہیں۔ یقیناً بھی ایک نیا معاملہ چانتا کے ساتھ ہو رہا ہے اسی صفائی کیلئے اور انشاء اللہ عنقریب ہفتے یاد دن میں چانتا سے وہ معاملہ فائل ہو جائیگا۔ اور کوئی شہر کی صفائی شروع ہو جائیگی۔ اس پر خاص کر صوبائی حکومت اور خاص کروزیر اعلیٰ اسی میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں کہ کوئی شہر کو صاف سترہائی کیا جائے۔ تو اس لحاظ سے اس پر بہت کام ہو رہا ہے۔ جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ چانتا سے معاملہ ہو رہا ہے اور خاص کر صفائی کے اس پر بھی چار دن پہلے ہم نے ایک فائل بھیجی ہوئی ہے وزیر اعلیٰ جب پہنچ جائیگی تو انشاء اللہ ہفتے کے اندر اندر اس پر کام شروع ہو جائیگا۔

میدم اپسکر: آپ سمجھتے ہیں کہ اس کا permanent اس کا مسئلہ حل ہو گا یا وقتی طور پر ہو گا؟۔

وزیر مکملہ بلدیات: کوشش کر رہے ہیں کہ permanent طور پر اس کا مسئلہ حل ہو لیکن ابھی چاہنا کے ساتھ ہمارا ہورہا ہے یہ بات۔ تو انشاء اللہ یہ مسلسل یہ کام مزید آگے بڑھے گا اور اس کے حل کے لئے ہم کوشش کریں گے۔

میدم اپسکر: دیسے منظر صاحب! اس میں جو آپ یہ جو ہمارا کچھ رہ ہوتا ہے، اس کو ختم کرنے کیلئے recycling کے لئے آپ نے کوئی step اٹھایا ہے؟ کیونکہ ہمارا اس وقت سب سے بڑا مسئلہ کچھ رہ اٹھانے کے ساتھ اُس کی recycling ہے۔

وزیر بلدیات: ہاں تو اُسی پر چاہنا والوں کے ساتھ بات ہو رہی ہے۔

میدم اپسکر: نہیں، وہ تو پھر ایک لمبا procedure میں جائیگا۔ میں اسی لئے کہہ رہی ہوں کہ اس کی recycling کیلئے آپ نے کہا کہ اٹھاؤ دین گے لیکن اس میں تو کافی ٹائم نہیں گے۔

وزیر مکملہ بلدیات: ٹائم تو یقیناً، ہم لوگ اسکے لئے ایک پلان بنارہے ہیں چاہنا والوں کے ساتھ کہ اُس کو کچھ رہ اٹھا کر کے اسکے لئے ایک اس سے معابدہ ایک دفعہ ہمارا ترک حکومت کے ساتھ بھی ہوا تھا کہ وہ آکر کے اسکا حل نکالیں لیکن ابھی یہ معابدہ انہوں نے چین کے ساتھ کیا ہے، وزیر اعلیٰ صاحب نے۔ تو وہ مستقل اس کے حل کیلئے جارہے ہیں۔ کہ یہ سارا کچھ رہ اٹھا کر کے۔ ایسا نہیں ہو کہ ایک دفعہ ہم لوگ صاف کریں پھر اُسی طرح ہوں۔ تو اس کا مستقل حل نکالا جاسکے۔

میدم اپسکر: جی کشور جنک صاحب! میرے خیال میں منظر صاحب نے تملیخن جواب دے دیا ہے؟۔

محترمہ کشور احمد جنک: میدم! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ انکے جواب سے میں مطمئن تو ہو گئی ہوں لیکن کیا مجھے یہ بتائیں گے کہ اس کی ما نیٹر نگ کیلئے بھی کوئی انہوں نے سسٹم اس طرح کا کیا ہے کہ یہ جو کچھ داں جو بھرے رہتے ہیں تقریباً پندرہ، پندرہ، بیس، بیس دن ان کچھ دانوں میں سے کچھ نہیں اٹھایا جاتا۔ تو وہ پھر وہ اتنا تعفن پھیل جاتا ہے کہ اُس سے بکھیاں اور مچھروں کی بھرمار ہو جاتی ہیں۔ جو سحت کیلئے بھی مضر ہے۔ اور آس پاس جو دکانیں ہوتی ہیں یا ٹھیلے لگے ہوتے ہیں وہاں پر۔ تو ان پر بیٹھتی ہیں۔ بچے اسکوں کے ہوتے ہیں یا وہاں کے محلے کے، وہ چیزیں کھاتے ہیں، بیمار بھی ہو جاتے ہیں اس سے۔ اور پھر مچھروں سے تو آپ کو پتہ ہے کہ پھر وہ وباً بیماریاں بھی پھیل جاتی ہیں۔ پھر ایک یہ بڑا process آگے چل پڑتا ہے کہ جی بیماریاں وباً صورت اختیار کر گئی ہیں۔ تو میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ اگر ما نیٹر نگ سسٹم رکھیں اس میں کہ ہر ہفتہ چیک اینڈ بیلنس کا سسٹم جو ہوتا ہے کہ وہ کچھ دانوں کو چیک کریں کہ آیا یہاں سے کچھ رہ اٹھایا گیا ہے یا نہیں۔ وہ تو آپ لوگوں نے جو معابدے کیتے ہوئے ہیں وہ معابدے تو چلتے رہیں گے۔ آپ لوگوں کے معابدے ہوتے رہیں گے لیکن یہ جو مسئلہ آج کل جو میں دیکھ رہی ہوں کچھ دانوں کی جو حالت زار ہے تو اُس سلسلے میں یہ ما نیٹر نگ سسٹم کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ذرا

مجھے تفصیل دی جائے؟۔

میڈم اسپیکر: جی مسٹر صاحب۔

وزیر مکملہ بلدیات: میں انشاء اللہ کل letter لکھ دوں گا کہ اس پر وہ ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور روزانہ بلکہ ہفتے کی بنیاد پر وہ ہمیں رپورٹ کرتے جائیں۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ مسٹر صاحب کے جواب کے بعد کشور صاحب کا call attention notice نمٹا دیا گیا۔

میڈم اسپیکر: محترمہ ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ صاحب! آپ اپنا توجہ دلانوں سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: thank you Madam Speaker۔ (الف)۔ کیا یہ درست ہے کہ صوبائی حکومت میں ان دوران ملک سے آنے والے گدگروں نے کوئی کو اپنا مستقل مسکن بنارکھا ہے۔ اور شہر بھر کے ہوٹلوں، تفریخ مقامات، شاپنگ پلازاوں، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹاپس، مساجد، ہسپتالوں اور گلی محلوں میں ڈیرے جملائے ہیں۔ جن میں بڑی تعداد خواتین اور بچوں کی ہے۔ جو ہر آنے جانے والے سے پیسے طلب کرتے ہیں اور جب تک وہ پیسے نہ دیں ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے ہیں۔ جبکہ اکثر گلی محلوں میں پھرنے والی خواتین اور بچے موقع ملتے ہیں گھروں میں گھس کر چوری بھی کرتے ہیں۔ جس کی بناء پر لوگوں کو مشکلات کا بھی سامنا ہے

(ب)۔ اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مکملہ سوشل ویلفیر نے شہر میں ان گدگروں کے خلاف کیا اقدامات اٹھائے ہیں۔ تفصیل دی جائے؟۔

میڈم اسپیکر: محترمہ! concerned minister گورنمنٹ کی طرف سے اس پر کوئی بات کرنا چاہے گا۔ جواب اس کا آگیا ہے، جی آپ کا اس کا جواب کہہ رہے ہیں ہمیں مل گیا ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: میڈم اس کا جواب تو آگیا ہے لیکن۔۔۔

میڈم اسپیکر: کہاں ہے! جواب ذرا دیں مجھے، میرے پاس نہیں آیا ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: جواب سے میں مطمئن ہی ہو نہیں پا رہی ہوں۔ میرے خیال میں کہ اگر ہم دیکھتے ہیں آپ بھی شاید ہوں گی جناب ٹاؤن جیسے جو ایریا ہے جس کو کہتے ہیں کہ کوئی کاٹ لفیں ہے کہاپی کاٹ لفیں ہے آگرہاں پر آپ آ جائیں اور ایک سینڈ کیلے اپنی گاڑی کھڑی کریں تو آپ دیکھیں گی کہ وہ گدگر پیچھا ہی نہیں چھوڑتے ہیں۔ اور وہ young ٹرکیاں ہیں، بچیاں ہیں۔ میں یہ صحیتی ہوں میڈم اسپیکر! کہ ان بچیوں کو، ان ٹرکیوں کو اگر ہم۔۔۔ (مداخلت)۔

میڈم اسپیکر: یہ جواب ابھی آیا ہے۔ دیکھیں! پھر ایسا ہم پھر آئندہ ہم entertain نہیں کریں گے۔ میں تمام

ڈیپارٹمنٹس کو بار بار کہہ دی ہوں کہ وہ بالکل جب eleventh hour پر پہنچاتے ہیں جواب۔ جونہ اپیکر کے پاس ہے، نہ باقی ممبرز کے پاس ہیں۔ تو please سیکریٹری کو جناب سیکریٹری اسمبلی! آپ ان کا جواب آئندہ اگر اس ظامم پر آئے گا آپ entertain نہیں کریں گے۔

ڈاکٹر شمع احشاق بلوچ: میدم اپیکر! انہوں نے یہاں پر لکھا ہوا ہے وہ جو بلیلی مرکز ہے وہاں پر انہوں نے کوئی beggar home بنایا ہوا ہے جو کہ ابھی تک اُس پر کوئی beggars وغیرہ شاید نہیں ہیں یا ہوئے دوچار ہونے گے۔ لیکن میرے کہنے کا مقصد جو ہے وہ یہ ہے کہ پا پر ایک طریقہ کار ایسا ہونا چاہیے کہ beggars ہونے ہی چاہیے۔ یہ بھیک مانگنے کا سسٹم ہونا ہی نہیں چاہیے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں یہاں پر جو خواتین ہیں young لڑکیاں ہیں، بچیاں ہیں۔ اُن کو ہمیں دیکھ کر ترس آتا ہے وہ کیا کرتے ہیں کہ اُن کو بعض اوقات وہ mis-use بھی ہو جاتی ہیں۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ ان کا پا پر ایک طریقہ کار ہونا چاہیے ان کو وہاں پر کام دے دیا جائے۔ bmbriodery میں شفت کر کے ان کو وہاں پر کام دے دیا جائے۔ سینٹر اُنکے لئے وہاں پر بنادیا جائے۔ وہ embroidery کریں۔ وہاں پڑھیں۔ اُنکے لئے باقاعدہ پڑھائی کا نظام ہو، صحت کا نظام ہو۔ مجید خان یہاں پر بیٹھے تھے چلے گئے۔ انہوں نے تو جو جیلوں کی حالات بتائی۔ میں تو سن کے اسلئے بھی جیران نہیں ہو پائی۔ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ یہاں پر تو ہسپتا لوں کی حالت بھی ایسے ہی ہیں۔ یہاں تو ہم جہاں جائیں شہر کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔ کشور جنک جو لیکر آئی تھیں، انتہائی اہم۔ کہ اگر دو قدرے پانی گرجاتی ہیں تو سیورنچ سسٹم خراب۔ یہاں پر خواتین کو دیکھیں بھرمار ہیں۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس کا پا پر ایک طریقہ ہونا چاہیے کہ یہ کچھ عرصہ ڈاکٹر مالک صاحب جب سی ایم تھے انہوں نے اس پر پابندی لگادی تھی۔ تو جب ہم نکلتے تھے ہر ایک اپنی گاڑیوں میں یا پیدل جارہے تھے تو کہیں پر کوئی تنگ کرنے والا نہیں ہوتا تھا۔ وہ پڑھنے کے لیے ہیں کپڑے کھینچ رہے ہیں، گاڑی پر، گاڑی کے شیشے پر اور پھر میدم اپیکر! کیا ہوتا ہے کہ اگر انہیں کچھ نہ دو تو یہ پھر بد دعاوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ اسکے لئے یہ بہت ہی اہم سوال ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں call attention نوٹس ہے۔ یہ نہایت ہی اہم ہے۔ اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے یہ سوچیں کہ یہ بچیاں اور یہ جو عورتیں ہیں جو یہ سارا دن پھر تی رہتی ہیں۔ اُس سے اچھا نہیں ہے کسی beggars homes میں ایک جگہ پر جا کر بیٹھ جائیں وہاں پر ان کی تربیت بھی ہو ایک سینٹر بھی ہو جہاں پر وہ کام بھی کر سکیں۔ اور لوگ بھی آرام سے اپنی زندگی گزار سکیں۔

میدم اپیکر: ٹھیک ہے میں سمجھتی ہوں کہ یہ واقعی بہت important ہے اور یہ جواب کچھ سمجھ میں نہیں آنے والا ہے۔ وہ کہہ رہیں کہ beggar home بنانا بھی کہا ہوا ہے۔ اور کچھ لوگ C.P. پر گئے ہوئے ہیں۔ اور اُس C.P. کا بھی نہیں پتہ کہ وہ کس لئے گئے ہیں، اس حوالے سے۔ میرے خیال میں کوئٹ بھی بھی کسی اچھے کام کو تو نہیں روکے۔

گی۔ کورٹ تو اپنا decision اپنا انشاء اللہ جلدی لے گی لیکن آپ، محکمہ کوئی ہدایت کرتی ہوں کہ وہ اپنا کام اس حوالے سے تیزی سے کرے کہ کس طرح سے ہم ان لوگوں کے beggars کے لئے ہم عملی اقدامات کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں اس point کو جذبہ قائمہ کمیٹی ہے، اُسکے حوالے کرتی ہوں اس کو، تاکہ اس پر جو بھی اچھی تجاویز جو بھی مبرد دینا چاہیں جو کچھ کرنا چاہیں اس پر بلا میں۔ اور concerned department کو بھی بلا میں تاکہ وہ اپنی بات بھی clear انداز میں بتاسکیں۔ یہ بہت ہی مطلب clear نہیں ہے یہ جواب آیا ہے۔ مجھے اس کی سمجھنہیں آ رہی ہے کہ وہ جو ہائی کورٹ میں اگر کوئی گیا ہے تو اس کا اس سے کیا تعلق ہے اس beggar home کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو میری یہ رو لگ یہی ہے کہ اس حوالے سے میں اس کو قائمہ کمیٹی کے سپرد کرتی ہوں۔

جناب عبداللہ جان بابت (مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ جنگلات و جنگلی حیات): میڈم اسپیکر۔

میڈم اسپیکر: جی۔

مشیر جنگلات: میڈم اسپیکر! جو ہاؤس ہے یا ایسے سننے میں آیا ہے کہ اس کو قبضہ کیا ہوا ہے اور اس کا کیس کورٹ میں ہے اور نج جو ہے ہمارے توفیصلے جلدی دے دیتے ہیں یہ توفیصلہ بھی تک نہیں دیا ہے انہوں نے۔

میڈم اسپیکر: جی! اسی لئے میں نے کمیٹی کے حوالے کیا ہے تاکہ وہ clear situation آجائے۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ جنگلات و جنگلی حیات: اس کی proper انکو اُرٹی ہونی چاہیے وہ پورا beggar house کھڑے نہیں ہو سکتے ہیں۔ دس لوگ ایک دفعہ آ جاتے ہیں۔ تو یہ اگر اس کا انکو اُرٹی ہو جائے تو یہ اچھا ہے۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے آپ نے اچھی رائے دی ہے میں ایڈو و کیٹ جزل کو بلایت ہوں اس پر۔ اور ان سے بات کر لیتی ہوں کہ اس کا توفیصلہ کیوں on-linger ہوا ہے۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ جنگلات و جنگلی حیات: ٹھیک ہے۔

میڈم اسپیکر: اُن کی رائے لوں گی۔۔۔ (مداخلت)۔ وہ میں نے بتا دیا ہے رو لگ دے دی ہے۔ یہ مذکورہ کمیٹی آپ ہی کی ہے۔ اچھا! آپ تک پہنچ جائیگا اور اُسکے ساتھ ساتھ میں ایڈو و کیٹ جزل صاحب کو بھی بالا لوں گی اور اس پر ان سے مشاورت کرلوں گی پتہ چلے کہ یہ آخر کیا کیس ہے؟ چونکہ محترمہ ڈاکٹر شعیح اسحاق صاحب کا توجہ دلا و نوں نمٹا دیا گیا ہے۔۔۔ (مداخلت)۔ نہیں بھی نہیں اجازت دے سکتی۔ یہ ذرا کارروائی ہو جائے پھر سب کو موقع دوں گی کارروائی کے بعد۔

میڈم اسپیکر: سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رحمت اللہ بھک (سیکرٹری اسمبلی): ڈاکٹر حامد خان اچکزائی صاحب نے بذریعہ فون مطلع فرمایا ہے کہ موصوف

ناسازی طبیعت کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: میر سرفراز گنڈی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ موصوف کوئئہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: سردار رضا محمد بڑیح صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ موصوف نجی مصروفیت کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: میر مجیب الرحمن محمد حسنی صاحب نے بذریعہ فون مطلع فرمایا ہے کہ موصوف ناسازی طبیعت کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: میر امام اللہ نو تیزی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ موصوف کوئئہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: مولانا عبدالواسع صاحب نے بذریعہ فون کوئئہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: میر جان محمد خان جمالی صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: میر اظہار حسین کھوسہ صاحب نے بذریعہ فون مطلع کیا ہے کہ وہ کوئئہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں لہذا انہوں نے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: مفتی گلاب خان صاحب نے بذریعہ فون نجی مصروفیت کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے

کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسملی: حاجی عبدالمالک کا کڑ صاحب نے بذریعہ فون ناسازی طبیعت آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسملی: انجینئر زمرک خان اچنری صاحب نے بذریعہ فون نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسملی: نوابزادہ میر ظفر اللہ خان زہری صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

میڈم اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

میڈم اسپیکر: سرکاری کارروائی۔

میڈم اسپیکر: جناب جعفر خان مندوخیل نے۔۔۔ (مداخلت)۔۔۔ نہیں ابھی اس وقت نہیں اس وقت چھوڑ دیں میں اس کے بعد موقع دوں گی۔ دو قراردادیں ہیں، اس کے بعد میں آپ کو موقع دوں گی۔ جناب جعفر خان مندوخیل صاحب! صوبائی وزیر جناب نصراللہ خان زیرے صاحب۔۔۔ (مداخلت)۔۔۔ جی جعفر خان صاحب۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر مکملہ مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن و ٹرانسپورٹ): میں ایک بات کہنا چاہتا تھا سارے house سے بھی یہ request کرنا چاہتا ہوں، پہلے بھی میں نے کی ہے کہ یہ house business گرہم ختم کر دیں، پھر اسکے بعد سب اپنے point of orders ہیں یادوسرے ہیں، اُنکے اوپر جتنا بولنا چاہیں، وہ بول لیں۔ لیکن ایک بار business house کا اس طرح رکھ لیں، ہوتا بھی پاریمانی پر یکش بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

میڈم اسپیکر: ایسا ہی ہے۔

وزیر مکملہ مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن و ٹرانسپورٹ: rules of business میں بھی یہی ہے۔

میڈم اسپیکر: جی ہاں۔

وزیر مکملہ مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن و ٹرانسپورٹ: کہ جو آپا منظور شدہ ہاؤس بنس ہوتا ہے، وہ ختم ہو جائے۔ پھر میں بھی بولنا چاہوں گا، ہمارے دوسرا colleagues بھی بولنا چاہیں گے، پھر اس پر اگر رکھ لیں۔

میڈم اسپیکر: thank you جعفر صاحب! بہت آپ نے مدد کی، میں بار بار ممبر زکو بتا رہی ہوں، rules میں بھی یہی ہے کہ ایجاد کے بعد آپ کسی بھی point of public order، اُس سے زیادہ تو ابھی interest پر بات ہوتی ہے، تو گزارش یہی ہے کہ آپ اس کو follow کریں۔ جناب جعفر خان مندوخیل صاحب، صوبائی وزیر، جناب نصراللہ خان زیرے صاحب، محترمہ سپوزمی صاحبہ، محترمہ عارفہ صدیق صاحبہ اور محترمہ معصومہ حیات صاحبہ، ارکین اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 102 پیش کریں۔ جی نصراللہ زیرے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: thank you میڈم اسپیکر۔ ہرگاہ کہ صوبے کے مختلف قومی شاہراہوں کو سڑتا چون، کوئی لوار الائی تا ڈریہ غازیخان، کوئی تا قلات، خضدار تا کراچی، کوئی سبی تا جیکب آباد، کوئی تفتان اور کوئی تا ژوب پر گاڑیوں کی over speed monitoring system کا کوئی قانون ہے اور نہ ہی کوئی نظام موجود ہے۔ جس کی وجہ سے روزانہ مختلف جگہوں پر حادثات رونما ہوتے ہیں۔ اور قسمی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ national highway اور motorway police traffic authority کو پابند کریں کہ دوران national highways پر اپنی ذمہ داریوں کو پوری کریں تاکہ monitoring system اور ٹرینک حادثات کا سد باب ہو سکے۔

میڈم اسپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 102 پیش ہوئی۔ کیا آپ میں سے کوئی اس کی admissibility کی وضاحت فرمائیں گے؟

جناب نصراللہ خان زیرے: میڈم اسپیکر! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، تمام ہاؤس کو کہا بھی آج کچھ دنوں میں ایک مہینے کا اگر آپ record اٹھا کر دیکھ لیں، کوئی، خضدار پھر کراچی پھر کوئی ژوب، کوئی لوار الائی، ڈی جی خان، کوئی سبی تا جیکب آباد، کوئی تفتان، کوئی چن اتنے حادثات ہوئے ہیں کہ سینکڑوں لوگ اسیں مرے ہیں آناؤناً حادثہ ہو جاتا ہے۔ بہت سارے لوگ، قیستیں جانیں، تعلیم یافتہ، ڈاکٹر، انجینئر اور باقی لوگ، ابھی پرسوں ہی ایک واقعہ ہوا تھا قلات میں اور وہاں پر 9 بندے مر گئے بیچارے۔ ایک خاندان کے بڑے، officer اسیں شامل تھے۔ تو اگر آپ data اٹھا کر دیکھیں تو اتنا ہی یہ لامنا ہی سلسلہ ہے۔ اب دنیا بھر میں جس بات پر زیادہ زور دیا جاتا ہے وہ traffic system پر۔ آپ یورپ جا کر دیکھیں، آپ ایران جا کر دیکھیں۔ آپ عرب امارات آپ جا کر دیکھ لیں۔ وہاں لائسنس کا اصول انتہائی مشکل ہے۔ اگر آپ نے لائسنس عرب امارات میں حاصل کیا ہے، ایسا ہے کہ جیسا آپ نے کوئی ایم اے کی ڈگری وہاں حاصل کی ہے۔ اتنا مشکل انہوں نے بنادیا ہے۔ پورا انکا ٹریننگ ہوتا ہے پورا ان کا تربیت ہوتا ہے۔ انھیں سمجھایا جاتا ہے۔ لیکن

ہمارے ہاں یہ ہے کہ اس قسم کا کوئی سسٹم نہیں ہے۔ اسی طرح اسکے مختلف components ہیں۔ ایک طرف شاہراہیں ہیں، اُس پر overloading ہوتی ہیں۔ بہت بڑے۔ ابھی عموماً یہ ہے کہ 45 سے لے کر کے 55 ٹن تک آپ کسی گاڑی میں وزن ڈال سکتے ہو۔ اب یہ ہے کہ جہاں NHA کا کانٹالگا ہوا ہے، وہاں پر ان کو پیسے دے کر کے وہ 70 ٹن اسیں لوڈ کر دیتے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ ہمارے شاہراہیں جتنی بھی بنی ہیں، آپ چون جا کر دیکھ لیں۔ وہ شاہراہ اب خراب ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ اتنا overloading ہاں پر ہو رہا ہے۔ آپ جا کر دیکھیں کوئی، خضدار، شاہراہ دیکھیں اُس پر جو اتنا گاڑیاں چلتی ہیں۔ اور دنیا بھر میں یہ ہے کہ جس، ابھی روڈ کا بنایا جاتا ہے، وہ اتنا وزن برداشت کر سکتا ہے؟۔ اب وہ اسیں آپ جا کر کے ایک ٹرک میں 70 ٹن، 80 ٹن لوڈ کرتے ہو۔ وہ تو برداشت نہیں کر سکے گا۔ روڈ بھی خراب ہو گا۔ جب روڈ خراب ہو گا اسکے ساتھ یہ speeding ہوتا ہے۔ اتنے over speeding ہوتا ہے کہ اسیں 120 میں عوام زیادہ حداثات کوئی، خضدار میں ہوتا ہے۔ ابھی میر خالد انگونے اُس دن کہا تھا کہ وہاں پر اتنا speed آ کر کے وہ بس دکانوں کے اندر گھس گیا۔ تین دفعہ۔ تو میدم اسپیکر! یہ ایسی صورتحال ہے کہ اسکا۔ ابھی اسیں موڑوے پولیس بھی اسیں involve ہے۔ آپ کا ٹریک پولیس بھی اسیں involve ہے۔ آپ کا آرٹی اے بھی اس میں involve ہے۔ آپ کا پیٹی اے بھی اس میں involve ہے۔ آپ کا نیشنل ہائی وے اتھارٹی بھی اسیں involve ہے۔ ان تمام کی مختلف ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اچھا! اب آپ دیکھ لیں، ایک بس ہے۔ کیا اُسکا exam ہوا ہے وہ motor-vehicle examiner اُس نے اُس کو exempt کیا ہے؟۔ ایک ایسی گاڑیاں ہیں جو 1960ء کی ہیں، وہ بھی اُس روڈ پر چلتی ہیں۔ کیوں وہ چلتی ہیں؟۔ اسکے لیے ایک certificate ہوتا ہے کہ کیا اس گاڑی میں fitness ہے۔ کیا اس کے ٹائر ٹھیک ہیں؟ کیا اس کا ایک سال پہلے اس کا نجمن کا معافانہ ہوا تھا؟۔ اب ایسا نہیں ہے۔ آپ شہر میں دیکھیں وہ 1954ء کی گاڑیاں چلتی ہیں۔ پھر اس کو certificate بھی دیا جاتا ہے کہ یہ گاڑی بالکل ٹھیک ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک تو یہ ہے کہ اسیں پہلی یہ ہے کہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ اور دوسرا بات یہ ہے کوئی سے لے کر کے لکپاس سے لے کر کے کراچی تک 18 جگہ ایف سی کی چیک پوسٹیں ہیں۔ اور پھر کوئی سے لے کر کے جو جہاں پر گاڑیوں کی چیکنگ ہوتی ہیں، پولیس اور لیویز کے کوئی 15 کے قریب چیک پوسٹ ہیں، جہاں گاڑیوں کو روک کر مسافروں کو اتار کر کر، پھر ایک ایک کو چیک کیا جاتا ہے۔ اس طرح اگر آپ اس کا calculation نکال دیں تو ہر ایک بس ہر ایک گاڑی کم از کم 5 سے 6 گھنٹے تک وہ چیک پوسٹوں پر کھڑی ہوتی ہیں۔ تو ابھی کیا ہوتا ہے؟۔ کہ ڈرائیور کو وہاں پہنچنا ہوتا ہے۔ وہ اپنایہ 5 گھنٹے کا جو اس کا late ہے اسکو نکالنے کے لیے overspeed کرتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں وہاں خضدار میں کمشنر کے زیر صدارت ایک اجلاس ہوا تھا کہ کوئی سے کراچی تک سفر، وہ 11 گھنٹے ہونی چاہیے۔ ان 11 گھنٹوں میں ایک گاڑی کو کراچی پہنچنا چاہیے

اور کراچی کے گاڑی کو بیٹھتے تک۔ اُس میں یہ ہے کہ اب الیف سی والے 18 بجھوں پر گاڑیوں سے مسافروں کو اوتار کر کے ان کا چیک اپ کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس طرح کوئی سسٹم بنادیں کہ آپ لکپاس پر چینگ کریں گاڑی کی۔ بھلا کریں۔ اگر کسی کے پاس اسلحہ ہے اگر کسی کے پاس اسلحہ ہے اگر کسی کے پاس کسی منشیات ہیں وہ ویسے بھی سمنگنگ کے زمرے میں آتا ہے۔ باقی ایک بندہ جا رہا ہے کوئی ڈرائی فروٹ لے کر جا رہا ہے اپنے دستوں کے یا کراچی سے کوئی چیز لے کر آ رہا ہے اس کو بھی روکا ہے۔ تو mechanism ہونا چاہیے۔ لکپاس پر ایک گاڑی چیک ہو گئی اس کو ایک ٹوکن دینا چاہیے۔ اُس میں اسکا speed لکھا جائے کہ اس ٹائم کو یہ گاڑی صبح 6 بجے 7 بجے ہم نے چیک کیا اسکو شام 6 وہاں پر پہنچنا چاہیے اگر وہ پہلے آ گئی ہیں اس کا مطلب ہے over speeding ہوئی ہیں۔ یہ دنیا بھر میں، ایران میں ہم جب گئے تو ہر بس والے کو ایک خاص کارڈ دیا جاتا تھا اس میں اس کی speed limit ہوتی تھی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آرٹی اے کا ایک regional transport authority ہے۔ منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہیں پی ٹو اے ہے، اُنکی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کیوں گاڑیوں کی صحیح طور پر چینگ نہیں کرتے ہیں؟۔ ابھی آپ کا ٹریفیک پولیس ہے ان کی بھی ذمہ داری بن رہی ہے۔ ابھی لائنس جو ہیں نا لائنس کیوں issue کیا جاتا ہے؟۔ جس کو گاڑی آتی نہیں ہے اس کو لائنس دیا جاتا ہے۔ جب وہ جا کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ جاتا ہے۔ تو وہ بھی بڑا مشکل ہے۔ ابھی دوسری بات یہ ہے کہ lights کا جس طرح ابھی ہمارے حاجی اسلام صاحب اس پر اپنے بولے تو وہ ابھی نہیں گئے کہ ابھی گاڑیوں میں کیا کیا جاتا ہے جو اسکا normal light ہوتا ہے گاڑیوں کے بڑے کوچز کا۔ اُس کو اٹھا کر کے اوپر دو بڑے بڑے لائٹ لگاتے ہیں، نزدیک۔ تو دور سے آنے والے کو یہ لگ رہا ہے کہ یہ شاید کوئی گاڑی آ رہی ہیں کوئی موڑ سائکل آ رہا ہے۔ اُس کو پتہ نہیں چلتا ہے کیونکہ وہ پھر اتنا تیز لائٹ ہوتی ہے جو دنیا بھر میں منع ہے تیز لائٹ۔ لیکن وہ تیز لائٹ لگاتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی زیادہ ٹریفیک کے حادثات ہوتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ، اسیں میں آپکی رونگ چاہوں گا کہ اسیں آپ motorway police کو ہے national highway authority کو، اُس کو پابند کریں کہ وہ ان speed کو روکیں۔ ابھی کو بیٹھ خضدار پر تو ہے ناں وہ motorway police وہ کیوں نہیں روکتے ہیں؟۔ کیوں چالان نہیں کرتے ہیں۔ آپ چالان کر دو گاڑیوں کو۔ کتنے قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ اگر آپ چالان کریں گے کم از کم کوئی rules regulation تو ہوگا۔ rule of law تو ہوگا۔ وہ کوئی کام نہیں کرتے ہیں۔ بس سارا جو ہے پیسوں کا وہ ہے کہ ان سے لے لیتے ہیں اور پھر جو ہے ناں ڈرائیور حضرات جو ہے ناں اسکی بھی پابندی ہونی چاہیے۔ وہ جو ہے ناں ڈبل ڈبل ڈیوٹی، یہاں سے کوئی سے مسافر لے جا کر کراچی، کراچی سے پھر جو ہے ناں وہ مسافر کو اوتار کر پھر بس کو روانہ کرتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ قرارداد انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں آپ کو جو ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ کیونکہ بہت زیادہ اتنے لوگ کسی بھی جگہ نہیں مرتے ہیں۔ جتنے یہاں

اب آپ ریشوٹھا کر دیکھیں پنجاب کی آبادی کا اور ہمارے صوبے کی آبادی کا اگر آپ ان ٹریک حادثات کو آپ نوٹ کر لیں تو آبادی کے لحاظ سے ہمارا جو ہیں حادثات ہوتے ہیں۔ جو لوگ مرتے ہیں۔ ہم پنجاب سے بھی آگے نکل گئے ہیں ہم سندھ سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ تو you میڈم اسپیکر thank you میڈم اسپیکر۔ بڑی مہربانی۔

میڈم اسپیکر: خالد لانگو صاحب۔

میر خالد ہمایوں لانگو: **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنِ الْشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ thank you** میڈم اسپیکر۔ یہ جو قرارداد آئی ہے، یہ بہت میرے خیال میں اہمیت کی حامل قرارداد ہے۔ میڈم اسپیکر! میں مختصر بات کروں گا ہم یہاں اسمبلی میں ہم بلوچستان کے عوامی نمائندے ہیں۔ ہم چیختے ہیں چلاتے ہیں فریاد کرتے ہے لیکن ہماری سنتا کوئی نہیں ہے۔ جیسے پچھلے اجلاس میں میں نے ذکر کیا تھا میڈم اسپیکر! کہ صرف ایک یہ خالق آباد کے قریب فلات سے آتے ہوئے ایک موڑ ہے، جس کو سور و موڑ کہتے ہیں۔ وہاں پر آتے ہوئے ایک اُترائی ہے۔ تو یہ جو بڑے ٹریلر گاڑیاں ہیں، یہاں اُنکی اکثر بریک فیل ہو جاتی ہیں۔ تو ان کی بریک جب فیل ہو جاتی ہیں تو یہ پھر وہ ٹاؤن بازار نزدیک ہے۔ تو اسی میں میڈم اسپیکر! تین دفعہ ایسے ہوئے ہیں کہ بڑے ٹریلر کے بریک فیل ہوئے اور وہ آئے اور انہوں نے فٹ پا تھوڑا جو گاڑیاں کھڑی تھیں، جو دکانیں تھیں، اُنکے اندر ٹریلر کو مار دیا۔ اور ان واقعات میں تقریباً میڈم اسپیکر! 50 قیمتیں جانیں ضائع ہوئی ہیں، پچھلے دو سے اڑھائی سال میں۔ تو میں نے آپ کو گزارش پچھلی دفعہ بھی کیا تھا کہ میں نے اپنے capacity میں دو تین دفعہ لکھا chairman NHA کو کہ بھائی۔ یہ تصویریں اسکو بھی کہیے واقعات ہو رہے ہیں ایسے لوگ قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ آپ مہربانی کر کے اس کو، یہ دس پندرہ کلومیٹر ہے، ہم اس ملک کے شہری ہیں ہمارا ملک ہے پنجاب میں جو ہو رہا ہے ہمارا وہ بلوچی میں کہتے ہیں میں دل سارت۔ ہمارا جو ہے ہمارے دل کی ٹھنڈک ہمارے روح کو سکون ملتا ہے جو ہمارے بھائیوں کے لیے کام ہوتا ہے۔ لیکن خدا کا غضب ہے۔ خدا کا غضب ہے چیزیں میں این ایجادے، وفاقی حکومت، 50 لوگ جدھر مرتے ہیں اسکو لکھو تصویریں بھیجو WhatsApp بھیجو۔ خانہ آباد ادھر 50 لوگ صرف آپ کے ادھر 5 کلومیٹر یا 10 کلومیٹر اس روڈ کو devolization کرنے سے لوگوں کی قیمتی جانیں بخچ جائیں گی۔ وہ بھی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اب پچھلے دنوں میڈم اسپیکر! پر سوں۔ پرسوں میڈم اسپیکر! پھر یہاں پر واقعہ ہوا دو گاڑیاں لکڑائیں، جس میں 8 لوگ شہید ہوئے، 8 لوگ شہید ہوئے اس میں ایک وہ میرے قبیلے کا تھا شیخ زینت اللہ۔ اس کا بیٹا آیا تھا پہلی مرتبہ پاکستان آیا تھا سعودی عرب سے پہلی مرتبہ 20 سال کے بعد پہلی مرتبہ آیا تھا شیخ زینت اللہ کا بیٹا شیخ زیر، اُسکی بھی شہادت ہو گئی۔ گہرام مجھ گیا۔ تو ہمیں سنتے بالکل نہیں ہیں۔ ہم یہاں غیر پار لیمانی لفظ ہے، ہم تو بس جیسے بے ادبی معاف ہم بکواس ہی کرتے رہتے ہیں۔ مرکز کے سامنے وفاقی اداروں کے سامنے ہماری کوئی سنتا نہیں ہے۔ میں آپ سے ایک گزارش کروں گا چونکہ آپ custodian of the house of the house ہیں۔

آپ مہربانی کر کے، آپ کے good office سے ایک بہت سخت، آپ ایک مہربانی کر کے یہ قیمتی جانوں کا سوال ہے۔ انسانی جانوں کا سوال ہے۔ آپ کے good office سے این اتنجے کے کو آپ مہربانی کر کے جیسے میں این اتنجے کے کو وفاقی حکومت کو ایک بہت سخت لیٹر لکھیں۔ اور تنیہہ کریں کہ یہ جو خاص کر over speeding کو بھی چیک کیا جائے۔ یہ موڑ وے پولیس کو بھی متحرک کیا جائے اور خاص کر یہ جو ادھر واقعات ہوئے ہیں یہ پچھلے تین سالوں میں جس میں 50 سے زیادہ قیمتی جانیں ضائع ہوئے ہیں۔ یہ خالق آباد اور ٹاؤن میں اس کو devolization اس روڈ کو کیا جائے۔

میڈم اسپیکر صاحب۔ thank you

میڈم اسپیکر: جی آغازیات صاحب۔

آغازیات علی: یہ قرارداد بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ میری ایک گزارش ہے کہ اس قرارداد کو مشترکہ ہاؤس کا قرارداد قرار دیا جائے۔ میڈم اسپیکر! نصر اللہ زیرے صاحب نے، خالد لانگو صاحب نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں۔ اس میں دنیا میں یہ قانون راجح ہے کہ جو بھی ہائی ویز ہوتے ہیں، ان پر باقاعدہ traffic counting کے لیے pools بننے ہوتے ہیں۔ اور وہ اس میں دیکھتے ہیں کہ اس روڈ پر daily کتنی ٹریفک پاس ہوتی ہیں۔ پھر اس کے مطابق اس روڈ کو بنایا جاتا ہے یا اسکی expansion کی جاتی ہے یا اس کو drill بنایا جاتا ہے۔ میڈم اسپیکر! آپ بڑی ملکوں میں گئی ہیں۔ آپ نے بھی، کافی آپ کو تجربہ ہو گا ٹرانسپورٹ کا۔ میڈم اسپیکر! نہیں کہ اس وقت speed limit بالکل ہے۔ سارے ہائی ویز پر ہیں۔ یہاں تک کہ ادھر کوئی سے پیشین تک جاتے ہوئے بھی یہ 100 مجھے بھی انہوں نے دو دفعہ روکا ہے۔ میری گاڑی شاید 100 سے زیادہ تھی تو انہوں نے چالان کیا اور کوئی 700 جرمانہ بھی کیا۔ اور ہمارے پارٹی لیڈر کو بھی اسی طرح وہ جرمانہ کیا گیا۔ لیکن کیا ہے کہ یہ national highway police جو ہے motorway police جس کو کہا جاتا ہے، وہ بیچارے ڈر کے مارے مسلم باغ سے آگے ٹوپ تک پھر نہیں جاتے ہیں۔ پھر مستونگ سے آگے نہیں جاتے ہیں۔ in between مستونگ، پیشین، کچلاک یہاں تک کہ وہ سڑاں سے بھی آگے نہیں جاتا ہیں۔ چن تک وہ اس کو چیک نہیں کرتے ہیں۔ یہ صرف 30 کلومیٹر کے سرکل میں کھڑے ہوتے ہیں۔ آپ نے بھی دیکھا ہو گا اگر پیشین جاتے ہوئے آپ دیکھ لیں تو بلیں کے اس طرف ایف سی کے بڑی نزدیک یہ کھڑے ہوتے ہیں اور ادھری چالان کرتے ہے ادھر کرتے ہیں۔ اور یہی کرتے ہیں۔ تو میری یہ گزارش ہے جس طرح خالد صاحب نے کہا کہ خدارا! جس طرح highways قوانین پر عمل کرتی ہے اور ہورہا ہے وہاں پر۔ اسی طریقے پر ہمارے صوبے میں بھی یہی عمل کرایا جائے مطلب میں آپ کو بتاتا ہوں میڈم اسپیکر! کہ ہم نے یارو سے لیکر پیشین تک اور پھر پیشین سے cadet college تک اور

گھر بڑے زمیں تک اور پھر سرانان تک ہم نے اس صوبائی گورنمنٹ سے بڑی جستجو اور بڑے اُسکے بعد amounts کوئی 40 کروڑ رکھوائے کہ ہم اس کو drills بنائیں گے اس لیے کہ اس وقت پیشین اور سرانان اور یاروں کے درمیان جو ٹریفک چل رہا ہے، وہ تقریباً پنجاب کے ہر روڈ سے زیادہ ہیں۔ لیکن ہوا کیا، بد قسمتی کیا ہوئی؟۔ یہ تو میں نہیں جا رہا تھا، جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ معاملہ کوڑت میں ہے کہ اسکو کوایا گیا۔ پیشین سرانان کو۔ اسی طرح جس طرح خالق آباد اور اُسکے درمیان یہ بالکل فیصلہ ہوا تھا نیشنل ہائی وے اتحاری کا کہ اسکو ڈرل کیر تھ بنا یا جائیگا۔ وہ چڑھائی جو لانگو صاحب نے ذکر کی کہ اس علاقے کو ڈرل کیر ج بنا کر کے۔ تاکہ یہ جو اسپیڈ سے آتے ہیں اسکو بھی cover کیا جاسکیں۔ اور ٹریفک جو ہے easy cross کر سکیں۔ اب جتنے بھی ٹریفک آتے ہیں رات کو یہ accidents ہوتے ہیں۔ روڈنگ ہیں۔ جس طرح زیرے صاحب نے ٹریفک لاٹس پر کنڑوں نہیں ہیں۔ ٹریفک لاٹس، وہ لاٹس اسوقت اس صوبے میں جل رہے ہیں جو دنیا میں منوع ہیں۔ تو نیشنل ہائی وے اتحاری کو چاہیے کہ وہ انٹرنیشنل قانون کے مطابق lights pluss اپنے جو یہ موڑوے پولیس ہے، اسکو expand کر کے کراپی تک، چمن تک اور زدوب سے آگے تک اسکو provincial expand کریں۔ اور اگر یہ بھرتی انکا یہ ہے کہ ہمارے پاس اُنکی وہ نفری ہے وہ بھرتی کریں۔ ہم اسکے لیے شاید heavy traffic government کی وجہ سے ڈرل جس جگہوں کو کرنا چاہیے تھا۔ اسکو باقاعدہ ڈرل کیا جائے۔ یہ اس حادثات کو کنڑوں کرنے کیلئے یہ چیزیں لازمی ہیں۔ آپ دیکھیں کہ ایک انسانی جان کی ضیائے سے کتنی فیملی جس طرح انہوں نے کہا کہ 20 سال کے بعد ایک آدمی باہر سے آتا ہے اور وہ یہ پارہ اپنے ماں باپ کے پاس نہیں پہنچا ہے اور راستے میں شہید ہو گیا ہے۔ یہ کتنا مناک خبر ہے۔ تو ان چیزوں کو کنڑوں کرنے کیلئے آپ سے گزارش ہے کہ آپ ایک رولنگ دیں باقاعدہ انٹرنیشنل ہائی وے اتحاری کے چیزیں میں کو پابند کریں کہ وہ بلوچستان آجائے۔ آپکے یا اسمبلی کے ممبروں کے ساتھ بیٹھ کر ایک میٹنگ کرے۔ اور یہ ہمارے grievances جو ہیں یہ سین۔ اور ہم انکا اسکو بتائیں اور اسکے مطابق ہم بیٹھ کر کے اسکا حل کریں۔ شکریہ میڈم اسپیکر۔

میڈم اسپیکر: جی حاجی اسلام صاحب! آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟۔ میں آپکو جعفر صاحب! کیونکہ آپ گورنمنٹ کی طرف سے ہیں۔ last موقع دیتی ہوں۔ باقی ممبرز بول لیں۔ پھر آپکو موقع دوں گی۔ جی حاجی محمد اسلام صاحب۔

حاجی محمد اسلام: جی۔ thank you میڈم اسپیکر۔ یہ قرارداد جو انہوں نے لائے ہیں میرے خیال میں اہمیت کی حاصل ہے۔ اس پر ذرا میں تھوڑی سی وضاحت یہ کروں۔ ہائی وے پر جتنے accidents ہوتے ہیں۔ اس پر مختلف ہمارے دوستوں نے جوبات کیے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ سب سے خطرناک یہ جو انہوں نے Heavy Traffic جو انہوں نے straight وہ بڑے لائن لگائے ہوئے ہیں۔ اس پر کافی ہمارے علاقے میں ایکسٹرینٹ ہوئے ہیں۔ اسکی main وجہ یہ

ہے کہ یہ بڑے ٹرالر ہیں یا بڑے یکوچ ہیں۔ اُنکے درمیان پھر ایک چھوٹی سی لائٹ لگاتے ہیں۔ اور یہ اتنی جو ہے انکی روشنی زیادہ ہے کہ آگے آنے والا کوئی ٹرک ہے یا کوئی گاڑی ہو، اُسکو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اس پر بارہا ہم لوگوں نے یہ کہا ہے کہ خُدارا! کم از کم انکو پابند کریں اکنہ جو جتنی سپید ہے۔ یہ جو چھوٹی لائٹ ہے۔ وہ کیا D.E.L. یا کہا کہتے ہیں۔ آج کل جو اتنی تیز ہیں کہ سامنے کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ لیکن اس پر کوئی شناوی نہیں ہے۔ ابھی ایک چیز آپ اندازہ کریں جو کوئی ٹرانسپورٹ ہوگا۔ کوئی گاڑی ہوگی۔ اُسکی اپنی ایک limit ہوگی۔ اُنکی جو لائٹ ہوتی ہیں۔ ایک اس سائیڈ پر ایک اُس سائیڈ پر۔ آنے والے جو گاڑی ہوگی۔ جو آرہا ہے۔ تو اسکی لائٹ نزدیک جب آیگا۔ اُسکو یہ full dim یا یہ میڈم اسپیکر:

جی۔ میڈم اسپیکر:

حاجی محمد اسلام: تو میڈم اسپیکر! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے ابھی جتنی heavy trucks ہیں۔ بعض جگہوں پر ایسے ہم نے دیکھے ہیں کہ صرف ایک ہی لائٹ لگی ہوئی ہے۔ اور وہ بھی اتنی چھوٹی سی۔ سامنے والے گاڑی کو یہ بھی پہنچنے نہیں ہے کہ یہ کوئی موڑ سائیکل آرہا ہے۔ یا کوئی دوسرا گاڑی ہے۔ کیونکہ جب اگلا گاڑی اُسکو کراس کرتا ہے تو لائٹ دیکھا سکے مطابق اُسکو کراس کر لیتا ہے۔ جب سامنے آ جاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اسکی ایک ہی لائٹ ہے تو بالکل اُسکا وہ بیلس خراب ہو کر، اُس سے ٹکر جاتی ہے۔ سب سے بڑی جو ہے نا ایکسٹرنٹ کی وجہ یہ main straight لائٹیں ہیں۔ جو یہ بڑے بڑے لائٹیں ہیں۔ اس پر میرے خیال میں جعفر خان صاحب ہے۔ یہ ٹرانسپورٹ تو اُنکے پاس ہے۔ اُسکا قلمدان۔ میں تو اب یہی کہتا ہوں جعفر خان صاحب کو۔ یہ انکو کم از کم اپنے ٹرانسپورٹ کو انکو سمجھا دیں تاکہ یہ انکو پابند کریں کہ یہ چیزیں نہ ہوں۔ thank you madam speaker

میڈم اسپیکر: جی نواب شاہوانی صاحب۔

نواب محمد خان شاہوانی (وزیر حکومت ملازمتہائے امور عمومی نظم و نق): شکریہ میڈم۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے جس پر مشترکہ قرارداد جعفر صاحب نے لایا ہے۔ واقعی اسیمیں کوئی شک نہیں ہے کہ چند لوگوں سے بلکہ اکثر جب سے یہ روڈ ہمارے بن گئے ہیں یہ کوئی کراچی والا جزو ہے۔ کیوں کہ یہ سنگل وے ہے۔ اسی طرح کراسنگ ہے اور اسی طرح آنا جانا ہے۔ اس پر پہلے تو یہ تھا کہ لوگوں کو اسکا اندازہ ہی نہیں تھا۔ اور آبادی والی جگہوں پر اکثر کئی اسیمیں واقعات ہوئے ہیں۔ ابھی پندرہ روز سے تو بہت زیادہ خطرناک ہیں۔ یہ فلات اور منگر کا یہ خالق آباد کا ہے۔ یہ ایک عجیب جگہ ہے۔ خالق آباد کی طرف آئیں۔ فلات کے موڑوں سے نکل کر۔ تو نئے آدمی کو اندازہ نہیں ہوتا ہے۔ انکا خیال یہ ہوتا ہے کہ شاید یہ دُور ہے۔ لیکن وہ بہت اچانک نزدیک ہوتا ہے تو وہ کنٹول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کچھ چیزیں الیسی ہوتی ہیں۔ کیونکہ ڈرائیور یونگ ایک ایسا شعبہ ہے جو زندگی کا، چاہے

ذاتی طور پر ہو، چاہے کسی بس، کوچ یا ایسے ٹوڈیوں کو چلانے والے ہوں۔ اکثر اس میں جیسے ہمارے دوستوں نے بھی کہا کہ وہ ماہر ڈرائیور نہیں ہوتے ہیں۔ باقاعدہ qualified، اُسی سارے process سے گزرے ہوئے زیادہ تر نہیں ہوتے ہیں۔ شروع سے شوقین۔ کچھ عرصہ پہلے میرا ایک بندہ اپنا میری قوم کا تھا۔ میں اسکو اپنا گاڑی چلانے نہیں دیتا تھا۔ ایک دودھ نہ چیچے بیٹھا۔ پھر میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ بولتا ہے میں ٹوڈی چلا رہا ہوں۔ میں نے بولا یا! تم نے کب ٹریننگ لیا۔ بولتا ہے بس تھوڑا بہت آپکی گاڑیوں پر سیکھا ہوں میں۔ ابھی میں ٹوڈی چلا رہا ہوں۔ چار، پانچ آدمی وہ لے جاتا ہے۔ وہ ایک سو میں ایک سو چالیس کی اسپیڈ سے وہ جاتا ہے۔ آتا ہے۔ لڑکا نوجوان ہے۔ ابھی اسکو اندازہ بھی ہوئی نہیں سکتا ہے اسکا کہ یہ کیا ہے معاملہ۔ اور سب سے جو وجہ بتتا ہے اسکا۔ یہی وجہ بتتا ہے کہ یہ untrained لوگ ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ انکو اندازہ نہیں ہے۔ اور دوسرا یہ کہ سنگل وے روڈ ہے۔ ڈبل وے نہیں ہے۔ یہ دو رویہ نہیں ہیں۔ اور دوسرا یہ ہے کہ رات کو اکثر اسی طرح کے واقعات ہوتے ہیں۔ یہ مقامی لوکل اڈھر تو 700 کلومیٹر ہے۔ مقامی جگہوں پر، لوکل جگہوں پر وہ اڈھر سے لوگ چڑھ گئے موڑ سائکل پر۔ موڑ سائکل کا یہ ہے کہ پیچھے کامی اکثر میں نے دیکھا ہے دیہاتیوں کا نہیں ہوتا ہے۔ تو پیچھے والے کو نظر نہیں آتا ہے۔ اتنی نزدیک جا کر پھر نظر آتا ہے کہ یہ موڑ سائکل ہے۔ یا آرہا ہے۔ اور بالخصوص یہ ٹریکٹر۔ ٹریکٹروں کے پیچھے، ٹرالی کے پیچھے کوئی سرخ اُسکی بیتی نہ کوئی ایسا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ہم سب لوگوں کو میں سمجھتا ہوں کہ سینکڑوں بار حادثہ ہوتے ہوئے بیج گیا، بچا ہو گا۔ میرا اپنا کئی بار حادثہ ہوتے ہوئے بچا ہے۔ لیکن کچھ لوگوں کا بد قسمتی سے حادثہ ہو بھی جاتا ہے۔ اس میں ہم باقاعدہ طور پر سختی سے اس بات کی سارے اپنے زمیندار لوگوں کو تنبیہ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ زندگیوں کا مسئلہ ہے۔ اگر اس پر باقاعدہ سختی سے اور فوری طور پر اگر عملدرآمد نہ کرایا گیا لوگوں کو۔ کیونکہ روڈ ہے۔ لازمی ہم خود ہوں بھی تو اگر کاوش نہ ہو یا کوئی سلسلہ۔ ابھی یہ اسلام آباد سے لاہور کی طرف جو جاتے ہیں یہ۔ وہ آتے ہیں وہ موڑ۔ اُس میں کوئی 30 کلومیٹر per hour کی اسپیڈ ہے اسکا۔ ایک بار ہم 30 کلومیٹر سے شاید راہی زیادہ تھے جو جرمانہ ہو گئے۔ حالانکہ اس طرح کے بڑے موڑ جس میں 30 کلومیٹر کا ہے۔ اس سے خطرناک موڑ ہمارے بولان اور اس علاقوں میں ہیں۔ وہ 100 کی اسپیڈ سے لوگ وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ جہاں 30 کلومیٹر کی رفتار سے گزرنا ہے۔ تو یہ سبب، وجہ بن جاتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ پہلے پسخرز جو ہمارے کوچ اور یہ ٹوڈی تھے۔ انکو نائم دیا جاتا تھا کہ آپ نے اس چیک پوسٹ سے اُس چیک پوسٹ تک اتنی نائم میں پہنچا ہے۔ لیکن اسکا یہ ہے کہ وہ عملدرآمد کرتے نہیں تھے اور کرواتے نہیں تھے۔ تو اس پر سختی سے عملدرآمد ہو۔ اور دوسرا یہ کہ جیسے خالد جان نے کہا کہ اُس نے بھی N.H.A کو کہا ہے یا سلسلہ کیا ہے۔ N.H.A کو اگر۔ پہلے تو یہ ہے کہ سارے ہائی وے دو رویہ ہونی چاہیے۔ جیسے سپر ہائی وے ہے یا موڑوے ہے یا یا تی کچھ ایسے روڈز ہیں۔ اُن سے کافی فرق پڑ جاتا ہے کہ جانے کا الگ ہے اور آنے کا الگ ہے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ اگر سارے روڈ بھاں

سے کراچی تک دور و نہیں ہو سکتا ہے تو اس میں جتنے بھی موڑ آتے ہیں۔ بہت خطرناک موڑ۔ اور میں نے اکثر یہ دیکھا ہے ویگن اور ٹوڈی اور یہ پسنجھ اٹھانے والے گاڑیاں ہیں یہ موڑ میں بے دھڑک بالکل کراس کر لیتے ہیں دوسرا گاڑی کو۔ جو بہت خطرناک ہے۔ سامنے سے آنے والے گاڑی کو کسی صورت وہ نہیں بچا سکتا ہے کہ اس میں وہ ہو۔ موڑ میں کم از کم ڈبل کیا جائے۔ اس میں 100 فٹ آتا ہے یا 200 فٹ یا 300 کا وہ تھوڑا سا لگڑا آتا ہوگا۔ جیسے ہمارے یہ موڑ ہے یا وڈھ کے موڑ ہے یا باقی ہے۔ تو یہ ایک تو میری تجویز ہے۔ اور دوسری یہ کہ جو ہمارے چیک پوسٹ ہیں۔ وہاں پر بالخصوص جو ہمارے لیویز یا پولیس کا ایف سی کے ہیں۔ لازمی جو گاڑی ہے، موڑ سائکل ہے، وہ ٹریکٹر ہے وہ وہیں سے گزرتا ہے۔ جس کے آگے کی یا پیچھے کی بتیاں ٹھیک نہ ہوں۔ اس کو بھی روڑ پر وہ اجازت نہ دیں کہ وہ روڑ پر بالخصوص رات کے ٹائم۔ کہ وہ اسکرو روڈ پر آنے کی اجازت دیں۔ اور یہ میں نے ابھی بھی کہا کہ انکو پابند کیا جائے۔ اور گاڑیوں کو ضرور چیک بھی کیا جائے۔ اور ڈرائیوروں کا بالخصوص اسیں جو انکا یہ ہوتا ہے یا تو سال میں یا 2 میں۔ جو بھی انکا قانون ہے یا نہیں ہے۔ ان میں کیا جائے کہ انکو باقاعدہ اس process سے گزرنा چاہیے کہ وہ موڑ میں کم از کم وہ روڑ کو ڈبل کر دیں۔ شکر یہ۔

میدم اسپیکر: O.K۔ جی جعفر مندو خیل صاحب۔ جی اسلام صاحب۔

حاجی محمد اسلام: ڈیپارٹمنٹ جعفر صاحب کے ساتھ ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ کم از کم اپنے ڈیپارٹمنٹ کو ہدایت کریں تاکہ ایسے واقعات نہ ہوں۔ خاص کر، بالخصوص اسٹریٹ لائٹس اور یہ جو چھوٹے موڑ سائکل یا ٹریکٹر ہیں، ان پر کم از کم جعفر صاحب لیٹر لکھیں تاکہ یہ پابند رہیں۔ Thank you.

میدم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جعفر صاحب! آغا صاحب بھی کہہ رہے ہیں کہ مجھے دو جملوں کا ٹائم دے دیں پھر آپ بولیں۔ جی آغا سید محمد رضا صاحب۔

آغا سید محمد رضا: بہت ہی اہمیت کا حامل ہے یہ قرارداد۔ اور ہمیں سپورٹ کرنی چاہیے اسکی۔ شاہراہوں کی بات تو ہو گئی۔ گلی کو چوں کی ہم بات کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے، وہ موڑ سائکل پر تین تین سواریاں بٹھا کر گھوم رہے ہوتے ہیں۔ خصوصاً عمداء روڈ اور اس سے ملحقہ جو روڈز ہیں۔ اب تک کئی قیمتی جانیں وہ لے چکے ہیں۔ کوئی انکا پہ سان حال نہیں۔ اور ایک اور چیز پر یہ رہا۔ موڑ سائکلوں پر، ٹرک سے بھی زیادہ بھاری بھر کم پر یہ زہار نگ لگے ہوئے ہیں کہ بندہ پریشان ہو جاتا ہے کہ یا پھر ایبو لینس ٹائپ یا پولیس کی جو پرولنگ گاڑی ہے۔ اس ٹائپ کے، مجھے نہیں پتہ کہ ہارن یہ کہاں سے حاصل کرتے ہیں۔ ان سارے shops پر پابندی ہونی چاہیے جو یہ ہارن بیچتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو اور وہ دن رات لوگوں کا جینا حرام کیا ہوا ہے انہوں نے۔ اور لائننس تو ہے نہیں۔ انتہائی قیمتی جانوں سے وہ کھلتے ہیں۔ اسکے علاوہ جس طرح air

noise pollution کا بھی وہ سبب بنتے ہیں۔ ناں وہ اسکول دیکھتے ہیں۔ نہ ہی کسی کے آرام کا وقت دیکھتے ہیں۔ اور نہ ہسپتا لوں کا انکو خیال ہے۔ تو اس طرف بھی اگر توجہ دی جائے، برائے مہربانی۔ Thank you.

میڈم اسپیکر: جی جعفر صاحب۔

وزیر محکمہ مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن، مرانسپورٹ: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**
thank you Madam Speaker آج کی جو یہ قرارداد ہے اس میں خود محکم بھی ہوں، محکمین میں سے ہوں، اس کی واقعی اہمیت ہے اور ضرورت ہے، کیونکہ ٹریفک سسٹم میں سمجھنا ہوں کہ پہلے قدرتی طریقے سے چلتی تھی، کچھ کم تھی اور اب زیادہ ہونے کے ساتھ ہو گئی ہے۔ and there is no one to check it. یہ میں ذمہ داری سے کہتا ہوں unmanageable including my Department کی ہے۔ تو اس چیز میں کافی serious چیز لینے پڑے گے۔ کیونکہ ابھی ایکسٹریم اتنے زیادہ ہو گئے ہیں۔ حقیقت میں جب ہمارے کوئی مسافر جارہے ہوتے، خضدار پہنچ جاتے ہیں تو بھی حال دیتے ہیں کہ reached safely جیسے کوئی محاذ جنگ پر جارہے ہوں۔ اور سبیلہ پہنچ جاتے ہیں تو message آجائے ہیں reached safely اپنے پچے۔ تو اسی طرح ثواب کا، دوسروں کا۔ اور بے شمار حدثات ہوئے ہیں۔ جس میں ہمارے اس اسمبلی کے معزز فنرست ہو کر اسکی ٹوٹی۔ اُس کے بعد وہ میرا خود ثواب روڑ پر ایسا ایکسٹریم ہوا ہے کہ قدرت نے بچانا تھا وہ تو الگ بات ہے otherwise ایک ظاہری اللہ کے حفاظت میں تھا۔ شاید اُس نے بچایا۔ ورنہ ایکسٹریم کی حالات یہ تھی کہ اُس میں بچانا ممکن تھا۔ اس کو ہم As a Government of Balochistan including our Cheif Minister. کہ کس کس کی جو ذمہ داریاں ہیں۔ اس میں main ذمہ داری صوبائی پولیس کی آتی ہے۔ جیسا ابھی ہمارے حاجی اسلام صاحب نے بات کی، fitness certificate گاڑیوں کا ٹریفک پولیس دیتی ہے اور میں ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں اور میں نے letters بھی لکھا ہوا ہے اُن کو۔ کہ وہ ابھی چیک کرنے کیلئے کوئی گاڑی ہی نہیں لے آتا ہے۔ ایک مخصوص انکافس ہے اور ساتھ جو بھی ہے وہ جا کر کے دے دیتے ہیں۔ اور ادھر انکو fitness ٹریننگ دے دیتے ہیں اور ہم مجبور ہوتے ہیں ہم اُسی کے پابند ہوتے ہیں، ایک تو جہاں تک گاڑیوں کے جو کنڈیں ہیں، گاڑیوں کی lights کی ہیں۔ جو ابھی یہ lights کو جو لوگ جاتی ہے مجھے light کی وجہ سے ہوا۔ یعنی ایک جگہ میں کوئی سے ثواب جارہا تھا۔ جو انہوں نے full کی ہیں، وہ بیچ میں انہوں نے special search light لگائے ہوتے ہیں وہ جو full کے بالکل ہم اندر ہے ہو گئے۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ گاڑی ہماری گئی وہ کلراگئی سیدھا اتنے بڑے ڈھیر تھی پھر وہ کی، اُس

سے میرے خیال میں کوئی آٹھ دس فٹ اٹھی ہوگی پھر واپس گری ہے پتہ نہیں وہ سیدھی گری تو اُسی وجہ سے نجگئی۔ اور گاڑی بھی اچھی بڑی گاڑی تھی اگر عام جھوٹی گاڑی ہوتی تو شاید وہ ناممکن تھا۔ جیسا ابھی حاجی صاحب نے ذکر کیا، ہارن ہیں جیسے آغا صاحب نے ذکر کیا، زیرے صاحب نے اور دوسرا محرکین نے۔ آغا صاحب نے تو اسکے اوپر کافی تفصیلی بحث کی ہے۔ مطلب یہ کام ہمارا ہے اور ہم نے serious main لینا ہے۔ اس میں جو ہماری ہے وہ ٹریک پولیس ہے یا پولیس ڈیپارٹمنٹ میں جو انکو fitness دیتے ہیں جو انکے ہارن چیک کرتے ہیں۔ اور جو انکا ایک ترتیب， fitness دیتے ہیں۔ اور گاڑی کے کندیشنز بھی دیکھتے ہیں کہ آگے پچھلے کیسا lights ہیں۔ ٹائز آگے لے کے روڈ پر چڑھیں۔ دھواں تو اتنے نہیں دیتے ہیں کہ لوگوں کیلئے ایک بیماری کا باعث بنیں۔ تمام چیزیں اُسمیں شامل ہیں۔ اور ایک جو آجائی ہے کیونکہ ابھی سارے آپ کے جو نیشنل ہاؤز ہیں، جن کے ذکر ابھی ہمارے آج کے اس قرارداد میں آیا ہے۔ اس میں موڑوے پولیس کا بڑا role ہے۔ اور موڑوے پولیس کو میں نے تو وہاں دیکھا ہے اگر تھوڑا تیز ہو جائے تو آپ کو ٹکٹ پکڑا دیتے ہیں۔ کوئی speed کر ہی نہیں سکتا ہے۔ جا بجا کمرے لگے ہوتے ہیں۔ جا بجا انکا speeding چیک کرنے کیلئے ایک ترتیب ہوتا ہے۔ نیشنل ہاؤے پر اسکو پابند رکھنا ہے، کروانا ہے اور یہ ہماری صوبائی حکومت کا کام ہے کہ ہم اس کو پابند کروالیں۔ اتنے بڑے طرم خان نہیں ہیں وہ، ہم کمزور ہو گئے ہیں۔ مگسی صاحب کے زمانے میں میں نیشنل ہاؤے کے چیئرمین سے بات کرتا تھا۔ میں نے کہا اگر یہی حالت آپ کا تو آپ کو ایئر پورٹ پر ہی نہیں اُترنے دیں گے۔ یہ ہماری صوبہ ہے۔ حقیقت میں۔ اور وہ انہوں نے وہ مسئلے حل کر دیئے۔ جو کچھ معاشرے کے ہوئے تھے۔ آج تو شاید چیف منسٹر بھی یہ بات نہ کر سکے کوئی دوسرا بھی یہ بات نہ کر سکتیں۔ لیکن اُس وقت ہم زور سے اور دھڑے سے کہتے تھے، کیونکہ ہمیں پتہ تھا کہ صوبائی حکومت کا یہاں زور و شور سے ایک ترتیب ہے۔ اور کبھی اسلام آباد والوں نے اس چیز کا بر انہیں منایا ہے، کہ بھائی! آپ نے کسی ڈیپارٹمنٹ میں کیا کیا دیا۔ کسی ڈیپارٹمنٹ وہ اُدھر پر اُمّ منسٹر ہاؤس میں بیٹھا ہوتا ہے اُس کو ہمارے صوبے کا پتہ نہیں ہوتا ہے اور نہ اپنے ڈیپارٹمنٹس کا پتہ ہوتا ہے۔ انکا اپنا ایک ترتیب ہے ہم کو ان کو پابند بنانا پڑیا گا as a government directive issue کر دوں گا اسکا کہ ایک drive شروع کر دیں۔ لیکن ہمارے ساتھ بھی آپ کو پتہ ہے کہ صرف انتظامی ڈیپارٹمنٹ ہے۔ فیلڈ والی نہیں ہے۔ رُؤس پر ٹھس ایشوکرنا اور رُؤس پر ٹھس چیک کرنا یا لوکن لیکن چیک کرنا۔ یا ان چیزوں کا بس زیادہ سے زیادہ ایک ترتیب اُس میں ہے۔ چند offices تک محدود ہیں۔ فیلڈ ٹاف ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن انہیں آفیسرز کو ہم نکال کر کے ٹریک پولیس کی مدد سے کچھ اس چیزوں پر توجہ دینگے۔ ابھی میں یورپ گیا تھا ان کی جو lights ہیں آجیں آفیسرز کو ہم نکال کر کے ٹریک پولیس کی مدد سے کچھ اس چیزوں پر توجہ دینگے۔ ابھی میں over all یک عالم visibility کا۔ ڈور تک نظر نہیں آتا تھا۔ بس وہ صرف اُس سے چلتے تھے۔ انہوں نے light

اوپر اگر یورپین گاڑیوں کا دیکھ لیں یا ہم لوگوں کے ہاں گاڑیوں کے جو light ہیں، یہ مرکزی لامبیت وغیرہ کا ادھر تصور ہی نہیں تھے۔ انہوں نے کنٹرول لائٹ رکھا ہوا تھا کہ اگلے کی آنکھوں کو وہ نہ پکڑیں۔ باوجود یہ کہ اُنکے 90% موڑو ہیں تھے۔ جس روڈ پر ہم گئے ماسوائے سوئزرلینڈ کے چند روڈوں جدھر پہاڑی وغیرہ پر چڑھتے تھے ادھر اس طرح کوئی double نہیں تھے۔ بقایا تو سارے یہ چاروں یا چھوڑیں ہائی ویز تھے، اُس کے اوپر انہوں نے بالکل جو گاڑیاں کے تھیں۔ اُس کے باوجود گاڑیوں کے لائٹ اس طرح نہیں رکھے تھے۔ جس طرح یہاں ہمارے لیے تھیم لائٹ ہوتے ہیں، یا کرشل لائٹ ہوتا ہے۔ جو آدھا کلومیٹر تک آپکو دکھاتی ہے۔ آدھے کلومیٹر تک جب آپ کو روڈ دکھاتی ہے۔ جب وہ سامنے سے آتا ہے تو اُسکا بھی یہی حالت بناتی ہوگی۔ تو ان چیزوں کے اوپر ہم کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے، definitely میں چیف منٹر صاحب کے ساتھ بھی یہ اٹھاؤں گا۔ ہم لوگ اپنے امنڑا پارٹمنٹل ایک کو آرڈینیشن کر کے پولیس ڈیپارٹمنٹ ہے اور ہمارے ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ ہے۔ ان کو بھاکر کے اس کا ایک لاچھے عمل بنائیں۔ اسی چیز کو آپ اسی میں کے ذریعے definitely یہ قرارداد جائیں گے۔ فیڈرل گورنمنٹ کو، پھر این ایج اے کو بھی جائیں گے۔ لیکن بدقتی سے ادھر حالت ہم خود اسی میں کا یہ حال ہے۔ کہ ابھی ہمارے کتنے ممبرز ہیں، ہم خود اسی میں بیٹھتے ہیں، کورم کا مسئلہ اکثر ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کیا ہم کو اہمیت دیں گے؟۔ جب ہم خود اپنے اسی میں کو اہمیت دیں گے۔ ہم اس کو ایک واقعی mother of democracy سمجھیں گے۔ تو اُس وقت دوسرے بھی پابند ہونگے کافی change کے بعد 2000ء کے بعد گورنمنٹ جو آئے ہیں یا اُسکے جو ترتیب ہے۔ اُس میں تو حقیقتاً اسی میں بیٹھنے کو بھی بعض وقت انسان سوچتا ہے کہ میں کس لئے بیٹھوں، میں نے کرنا کیا ہے؟۔ لیکن چونکہ ہم اسی اسی میں کے پیداوار ہیں۔ آج جو میری وزارت ہے وہ بھی اسی اسی میں کی نشست پر۔ اور عوام نے مجھے اس کیلئے کیا ہے۔ تو ہماری commitment ہے کہ ہر صورت میں ادھر حاضری دینے کی اور اُس کی چیزوں کو سمجھنے کی۔ اور ان کو سب کو مکمل اہمیت دینے کی۔ اس کو میں نے کہا کہ خود بھی چیزیں میں کو اس بارے میں as a Speaker ہاؤس کی concerns سے اپیشلی آگاہ کریں۔ قرارداد تو اپنے تسلسل میں definitely جایا گا فیڈرل گورنمنٹ کے پاس۔ جہاں موڑوے پولیس کی بات آتی ہے۔ وہ ادھر نیشنل ہائی وے تک ہے، یہ جو موڑوں کی جیسے نواب صاحب نے بات کی۔ موڑ واقعی کیا ہوتے ہیں۔ ابھی موڑ کو ڈیزائی کرنا پڑتا ہے۔ جہاں curve آتی ہے جس میں آپ نے ایک پر سنجھ دینا ہوتا ہے slope کا۔ اُس پر اگر وہ سلوپ باقاعدہ صحیح ہو تو گاڑی کا اسٹیرنگ خود بخود مڑتے ہیں۔ لیکن اُسکے لئے کافی لمبی زمین چاہیے ہوتی ہے۔ نیشنل ہائی وے والے۔ بلوچستان میں اگر آپ خانوزی سائیڈ پر جائیں میں موڑ اس طرح کر لئے، اُس طرح کر دیے، کوئی زمین ہی

نہیں acquire کی ہیں۔ کوئی curve ڈیزائن ہی نہیں ہوا ہے۔ اس پر لازم جو جایگا تو کٹی ہوگا۔ وہ غلط بنے ہیں۔ مطلب ہمارے اپنے فیلی جو ہے، وہ خود اس construction برس میں ہیں۔ وہ یہ جو قلات روڈ جب بن رہا تھا یا قلعہ عبداللہ خان روڈ جب بن رہا تھا۔ وہ انکار کر دیتے تھے نیشنل ہائی وے کو۔ کہ ڈیزائن کی طابق یہ موڑ اتنا جایگا۔ میں چھوٹے جگہ پر نہیں موڑوں گا۔ یہ تو hassard ہے۔ کل کوئی بھی اس پر مریں گے۔ میں بھی گناہ گارہونگا آسمیں۔ تو آپ لوگ بھی تھوڑا زمین زیادہ acquire کر لیں تاکہ ہم اسکو proper shape دے سکیں۔ وہ construction faults میں آتا ہے اور اس کا سارا قصور پھر جاتا ہے نیشنل ہائی وے کا، اسکو constructions کروانے کا۔ آپ روڈز کو upgrade کر رہے ہیں۔ 60 کلومیٹر سے وہ upgrade ہو کر کے ایک سو میں ایک سو میں کلومیٹر پر لے جاتے ہیں۔ اس کا موڑ upgrad نہیں کرتے ہیں definitely گاڑی نے روڈ سے نکلا ہے۔ تو اس چیز پر یہ ذمہ داری بھی نیشنل ہائی وے پر آتی ہے۔ یا ہم لوگوں کی جو صوبائی روڈ ہیں وہ پھر صوبائی حکومت پر آتی ہے۔ لیکن وہ تو ماشاء اللہ ہیں جو ہم لوگ کہتے ہیں نہ ہم پوچھتے ہیں اور نہ ان لوگوں نے کچھ وہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی نیشنل ہائی وے کی ایک ترتیب اور ایک قرار دیا گیا ہے۔ لیکن وہ صرف یہ بلوچستان میں ہوتا ہے اور جگہ نہیں ہوتے ہیں۔ پنجاب حکومت پوچھتی ہے کہ بھائی! ہماری کیسے آپ لوگوں نے اس طرح بنایا ہے۔ یا دوسرے لوگوں میں وہاں ایک احساس ہوتا ہے۔ اپنی خیر پختونخوا اور پنجاب والے تو اس معاملے میں زیادہ وہ ہیں۔ یہ تو میں نے اپنی پریکٹیکل experience بتائی۔ تو ان چیزوں کو بھی یعنی ڈیزائن پر بھی نیشنل ہائی وے کو لکھنا ہوگا کہ موڑ جو ہیں انکے موڑ کو صحیح کیا جائے، لنسر کشن ٹائم پر جب موڑ بنائے گئے ہیں They are not suitable for vehicle to run on eighty or eighty five kilometer speed. یہ 85 کلومیٹر پر موڑ کچھ بھی نہیں کہتے ہیں۔ ان کے ڈیزائن میں جو ہوتا ہے۔ ابھی تو improve ہو گیا ہے 110 کلومیٹر تک چلا گیا ہے۔ لیکن اگر خراب سے خراب موڑ آپ لے جائیں 85 کلومیٹر پر تو وہ بالکل straight کی طرح جاتی ہے۔ ہاں! اگر وہ کوئی موڑ ڈیزائن ہی نہیں کیا ہوگا۔ وہ تو 50 کلومیٹر بھی برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ تو ان کی یہ چیز ہے۔ انشاء اللہ میں اپنے طور پر چیف منسٹر کو بھی اس چیز کیلئے لکھوں گا کہ اس معاملے کے اوپر ایک ترتیب بنادیں اور خود اپنے ڈیپارٹمنٹ اور پولیس کو بھی اس سلسلے میں میں لکھوں گا۔ thank you جی۔

میڈم اپیکر: منتظر کہ قرارداد نمبر 102 پیش ہوئی۔ جو کہ اس پر تمام ممبران نے بڑے ایک سیر حاصل بحث کی ہے۔ اپنی تجویز دی ہیں۔ اور یقیناً یہ بہت اہم قرارداد ہے۔ آئے روز ہم اخبارات میں بڑے ایکیڈمیس کا پڑھتے رہتے ہیں اور رافوس کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن اس کیلئے ہمیں یقیناً عملی اقدامات کی ضرورت ہیں۔ تو گاڑیوں کی جو یہ مانیٹر نگ سسٹم ہے۔ اس سے متعلق تمام ممبران نے اپنی تجویز دی ہیں۔ میں NHA کو، اپنی سیکرٹریٹ کو کہتی ہوں سیکرٹری صاحب! آپ NHA

کوفوری طور پر میری طرف سے ایک لیٹر لکھیں اور اسکے ساتھ ساتھ موڑوے پولیس سے بھی رابطہ کیا جائیگا انشاء اللہ۔ اور جتنے بھی، اس قرارداد میں حکومت بلوچستان کے حوالے سے جو حصہ بنتا ہے اور جس طرح سے جعفر خان مندوخیل صاحب نے گورنمنٹ کے حوالے سے بھی اور اپنے ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے بھی commitment دی ہے کہ جی! میں اس پر جتنے بھی اچھے ثابت اقدامات میں کرسکوں گا کروں گا۔ تو اسکے لئے میں اپنی روونگ میں بھی کہتی ہوں کہ حکومت جتنے زیادہ بہتر اقدامات کرے گی اور اپنے عوام کو تحفظ پہنچائے گی تو یہ اچھی بات ہے۔ اور اس قرارداد کو بھی میں ایوان کی رائے کیلئے پیش کرتی ہوں۔ تو آیا چونکہ اس پر ایک یہ suggestion ہمیں آئی تھی کہ تمام ایوان کی طرف سے اس قرارداد کے طور جائے۔ آغا صاحب کی طرف سے، تو میں اس amendment کے ساتھ کہ آیا اس کو تمام ایوان کی مشترکہ قرارداد کے طور پر منظور کیا جائے؟۔ مشترکہ قرارداد نمبر 102 تمام ایوان کی مشترکہ قرارداد کے طور پر منظور کیا جاتا ہے۔ اس پر بھی ذرا اگلی قرارداد کر لیں پھر last میں آپ سب کو موقع دوں گی۔ چونکہ ہماری مورخہ 28 اکتوبر 2017ء کے اسمبلی نشست میں مؤخر شدہ کارروائی تھی۔ جس میں محترم جناب محمد خان اہمی صاحب، مشیر وزیر اعلیٰ اور محترمہ یاسین بن اہمی صاحب کی ایک قرارداد تھی جو کہ وقت کی کمی کی وجہ سے اور کورم کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔ آج دوبارہ پیش ہوتی ہے۔

میڈم اسپیکر: جناب محمد خان اہمی صاحب، مشیر وزیر اعلیٰ اور محترمہ یاسین بن اہمی صاحب، رکن صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 101 پیش کریں۔

محترمہ یاسین بن اہمی صاحب: thank you میڈم اسپیکر! ہرگاہ کہ سال 2001ء میں ملک کے دیگر صوبوں میں صوبائی فناں کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کا مقصد وسائل کی تقسیم کو ضلعی سطح پر مخصوص فارمولہ کے تحت اپنے اپنے صوبوں میں عملدرآمد کرانا اور صوبے کے تمام اضلاع میں لوکل گورنمنٹ کو موثر اور ترقیاتی ٹرانسفرز اور کرنٹ ٹرانسفرز کو لیتی بانا تھا۔ تاکہ مذکورہ گرانٹ کے ذریعے پورے ضلع کے اندر غربت اور آمد فنی کی غیر مساوی تقسیم کو کم کرنے اور اقتدار کو چلی سطح پر منتقل کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں ملک کے باقی تمام صوبوں نے صوبائی فناں کمیشن پر مکمل طور پر عملدرآمد شروع کر دیا ہے۔ جبکہ صوبہ بلوچستان میں صوبائی فناں کمیشن کا قیام تا حال عمل میں نہیں لایا گیا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ صوبے میں فناں کمیشن کا قیام عمل میں لانے کے لیے عملی اقدامات اٹھائے تاکہ اضلاع کے مابین وسائل کی مناسب تقسیم، غربت میں کمی اور اضلاع کی سطح پر ترقی ممکن ہو سکے۔

میڈم اسپیکر: محترمہ! چونکہ آپ اس دن اپنی admissibility پر بات کر چکی تھی اور کچھ ممبرز بھی بات کر چکے تھے۔ اگر کچھ اور لوگ بات کرنا چاہتے ہیں، تو اس پر بات کریں۔ جی! مجیدا چکنی صاحب!

جناب عبدالجید خان اچکزئی: یہ تو فناں کمیشن کی بات، اس دن اسکی feasibility پر یاسین بن اہمی صاحب بولی

تھیں، آپ کی چیمبر میں اگر آپ کو یاد ہو گا ڈاکٹر مالک صاحب بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا کہ پھر آپ نے کہا کہ ہم نے ایران کا tour کیا اور وہاں پر health commission اور education commission پنا ہوا ہے۔ تو اس کے اوپر تقریباً کوئی ہمارے office میں، میرے office میں کوئی تقریباً چار، پانچ، چھ میئن سے کام ہوا ہے۔ اور وہ health commission and education commission بھی بن چکا ہے۔

میدم اسپیکر: لیکن مجید اچکزی صاحب! اس وقت آپ finance پر بات کر لیں، اُسکے بعد میں آپ کو دونوں پر موقع دوں گی۔ اس وقت اس کو conclude کر لیں ناں فناں کمیشن کو۔

جناب عبدالجید خان اچکزی: ok ok۔ میدم اسپیکر! وہ چیزیں فناں کمیشن اور بہت سی کمیشنیں جو باقی صوبوں میں تھیں، چالیس سالوں سے پہلے بن چکی ہیں۔ ہمارے صوبے میں اگر ہم finance commission کیمیشن کے تو اسکی رو سے پھر اسیں ہم amendment کر سکتے ہیں۔ ابھی آپ دیکھ لیں Local Government Act جو تھا 2010ء، غیر آئینی طور پر اسکو cabinet کے ذریعے اور آئین سے پاس کیا گیا۔ حالانکہ Local Government Act کے اسکا چیز میں minister کے minister کے Local Government کو ہونا چاہیے تھا۔ مگر اسکا بنا تو ایسے جیسے یہ دیکھیں! یہ فناں کمیشن والا مسئلہ ہے، فناں کمیشن اگر لاائیں گے، اسیں ہم باقی صوبوں سے بھی لیں گے۔ بہت سی صوبوں نے اس کمیشن کے حوالے سے، فناں کمیشن کے حوالے سے بہت سے کام کیے ہیں، amendments کے ہیں۔ پہلے تو ایک دفعہ ہم کمیشن پیش کریں، اسکو منظور کر لیں، اسکے بعد پھر مختلف ممبران صاحبان اور مزید technical لوگ بھی ہیں۔ اس پر کام کریں گے، پھر اسیں amendments کے ہیں گے۔ اور ہمارے صوبے کے لیے بہترین چیز ہے۔ جیسے یامیں بی بی نے اس دن ذکر کیا تھا۔ فناں کمیشن کے ذریعے پھر وہ تقسیم کا رجھی بہتر ہو گا۔ مطلب وہ اسکو ہم دیکھ سکتے ہیں۔ اسیں قانون سازی ہو سکتی ہے۔ اور اس میں ہم اور بھی آگے جاسکتے ہیں۔ thank you

میدم اسپیکر: جی نصراللہ زیرے صاحب!

جناب نصراللہ خان زیرے: thank you میدم اسپیکر صاحب۔ جس طرح دوستوں نے کہا اس دن بھی کہ قومی سطح پر نیشنل فناں کمیشن ہے، اسکا تواتر سے اجلاس ہوتے ہیں۔ اور اس نیشنل فناں کمیشن میں جا کر کے صوبوں کو آمد فی اور جو بھی ہے، بجٹ کا حصہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اب خیر پختونخواہ، پنجاب، سندھ نے اپنا صوبائی فناں کمیشن بنایا ہے۔ بدقتی سے ابھی تک ہم اسکونہ بنائے اٹھارویں ترمیم کے بعد تو یقیناً جس طرح دوستوں نے کہا کہ صوبائی فناں کمیشن بننے کے بعد جس طرح قرارداد میں کہا گیا ہے کہ تمام districts کو، لوکل گورنمنٹ کے جتنے بھی ادارے ہیں، اس کو مساوی بنیادوں پر یا پھر

اُسکے رقبے کے لحاظ سے یا پھر اُسکی آبادی کے لحاظ سے یا اُسکے poverty کے لحاظ سے، ان کو award کیا جائیگا جو بھی ہے جو بھی پسیے ہونگے۔ لیکن چونکہ اسمبلی کا کام ہی یہ ہے کہ وہ قانون سازی کرے۔ اس پر زیادہ توجہ دے دیں۔ تو اس حوالے سے میں حکومت سے، یہاں پر ہمارے منظر صاحبان بیٹھے ہیں، ان سے میری استدعا ہے کہ آپ کم از کم اس حوالے سے آپ کام کریں، آپ قانون لائیں، کمیشن بن جائے، اُس کمیشن بننے کے بعد اُسکی تشکیل پر، اُسکی ممبران پر، اُسکے اختیارات پر، وہ ہم، نیشنل فائننس کمیشن کے جو اختیارات ہیں، پھر دوسرے صوبوں کی جو اختیارات ہیں۔ پھر کس طرح وہ کرتے ہیں، اجلاس کا انعقاد کس طرح کرتے ہیں؟، کس طرح وہ تسلیم کرتے ہیں؟۔ جو بھی ہے، وسائل ہیں صوبے کے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد لازمی ہے۔ اور اس کو پاس ہونا چاہیے اُسکے لیے قانون سازی ہونی چاہیے۔

میدم اسپیکر: ایوان میں موجود اگر کوئی وزیر، حکومت کی طرف سے حکومتی موقف بیان کر دیں۔ جعفر صاحب! اگر آپ آپ finance minister کی طرف سے ہیں تو ذرا زیادہ اچھا clear basically آپ کی طرف سے۔

وزیر محکمہ مال، ایسا نزاینڈ ٹیکسیشن و ٹرانسپورٹ: نہیں نہیں، یہ نیشنل کمیشن تو بننا چاہیے، basically صوبوں میں ہے۔ اور یہ ہماری basic responsibility میں سے آتے ہیں۔ لیکن ہم لوگوں کا ایک روایات ہیں کہ فوری نوعیت تک، وہی چیزیں نمٹا لیں جس کا ہمارے constituency کے ساتھ تعلق ہو۔ جذر government system strengthen departmental strengthen کی ہم لوگوں نے اقدامات ویے کم کیے ہیں۔ یہ ضروری ہے۔ اسکو بننا چاہیے چونکہ قرارداد ہے۔ تو قرارداد کے صورت میں اسکو پاس کرنا کر دیں۔ پھر ہم گورنمنٹ میں بھی اسکو میں ہوں، نواب صاحب ہیں، بابت لالا ہیں، ہم سارے ادھر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو cabinet میں بھی انشاء اللہ اسکو support کریں گے۔ تو یہ کہا جائے گا، سردار اسلام کو کہ بھائی! وہ اسکا cabinet میں وہ لے آئیں۔ اس کا تاکہ ہم اسمبلی میں لے آسکیں۔ بہر حال اس کو ہم support کرتے ہیں۔ اس کی ضرورت ہے۔

میدم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ میں ایوان سے پوچھتی ہوں کہ آیا مشترکہ قرارداد نمبر 101 منظور کی جائے؟ مشترکہ قرارداد نمبر 101 منظور ہوئی۔ صرف یہ کارروائی مکمل کر لیں ایجاد کی سب کو موقع دوں گی۔

قانون سازی۔ محترمہ ڈاکٹر شعاع الحق صاحب، چیئر پرسن، مجلس قائدہ برائے محکمہ سماجی بہبود، ترقی نسوان، زکوٰۃ، عشر و اوقاف اور اقلیتی امور! بلوچستان میں امتناع نابالغ بچوں کی شادی کا مسودہ قانون مصدرہ 2017ء (مسودہ قانون نمبر 03 مصدرہ 2017ء) کی بابت تحریک پیش کریں۔

محترمہ ڈاکٹر شعاع الحق بلوچ: شکریہ میدم اسپیکر! میں چیئر پرسن، سماجی بہبود، ترقی نسوان، زکوٰۃ، عشر و اوقاف اور اقلیتی امور تحریک پیش کرتی ہوں کہ بلوچستان میں امتناع نابالغ بچوں کی شادی کا مسودہ قانون مصدرہ 2017ء (مسودہ قانون

نمبر 03 مصروفہ 2017ء کی بابت کمیٹی کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی کی منظوری دی جائے۔
میڈم اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا بلوچستان میں اتنا نابالغ بچوں کی شادی کا مسودہ قانون مصروفہ 2017ء (مسودہ قانون نمبر 03 مصروفہ 2017ء) کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مزید ایک ماہ کی توسعی کی منظوری دی جائے؟۔
تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان میں اتنا نابالغ بچوں کی شادی کا مسودہ قانون مصروفہ 2017ء (مسودہ قانون نمبر 03 مصروفہ 2017ء) کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی کی اجازت دیجاتی ہے۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتaran: میڈم اسپیکر! ڈاکٹر شعشع صاحبہ اسکی چیئرمین ہیں۔ اسیں ہمارے علاقوں میں خاص کر بارکھان ہے، surrounding موسیٰ خیل ہے۔ رشتے کیے جاتے ہیں، ایک تو ولور ہے بیچی جاتی ہیں۔ میں نے تو خیرا بھی پابندی لگادی ہے اُدھر، دوسرا یہ ہے کہ وہ ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے یا کبھی ماں کے پیٹ میں بھی نہیں ہے شادی کے بعد جب پہلا بچی ہوگی، تو وہ اُس کا نکاح سمجھیں اُس کی، وہ جب بچی پیدا ہوتی ہے تو چالیس دن تک کہ وہ مرنے جائے، چالیس دن تک اُسکو مطلب ہے وہ دوپٹہ، ہم لوگ بولتے ہیں پوتی بارن، وہ چالیس دن کے بعد اُس پر دوپٹہ ڈال دیتے ہیں۔ چالیس دن کی بچی پر؟ اُسکے بعد وہ مر جائے تو جس کے کھاتہ میں ہے وہ responsible ہے۔ اُس سے پہلے مر جائے تو وہ جو ماں، باپ ہے، پھر اُسکی جگہ اور دینا ہے۔ یہ بہت ہی ناروا ہے، ظلم ہے، child protection کے حوالے سے لیں یا اسکو marriages میں لیں۔ تو یہ دوچار point ہیں ان کو کہیں۔

میڈم اسپیکر: سردار صاحب! آپ کے بڑے اچھے points ہیں۔ ابھی جو یہ کمیٹی کو میں نے ایک ماہ کی توسعی دی ہے۔ تو ڈاکٹر صاحبہ! آپ انہیں بھی بلا لیں اور اس پر یہ اپنے تجوہ یزدے دینے تو آپ کو strengthen ہو جائے گا۔
محترمہ ڈاکٹر شعشع اسحاق بلوچ: سردار صاحب! نے بات کی۔ یہ آپ بھی میرے خیال میں ایک دن chair کر رہی تھی۔ ہم نے ان تمام issues کو اس طریقے سے ڈالا تھا کہ جب کسی مطلب پندرہ سولہ سال کی جو بچی ہے اُسکی شادی ہو بچی ہوتی ہے۔ اور اُسکا اگر شوہر مرجاتا ہے تو گھر میں ہی پھر اُسکی دیور کے ساتھ زبردستی کی شادی۔ تو ان میں ہم نے بہت سے اس طرح کے issues جو خواتین کے حوالے سے ہیں۔

میڈم اسپیکر: اُس سے یہ ہوگا کہ ابھی مزید چونکہ الپوزیشن سے تعلق ہے اُن کا، جمعیت سے ہے۔ تو آپ کو strength ملے گا۔ اپنے اُسکے لیے تو ان کو بھی اپنی میٹنگ میں بلا لجئے گا۔ ٹھیک ہے۔
محترمہ ڈاکٹر شعشع اسحاق بلوچ: صحیح ہے۔

میڈم اسپیکر: جناب ولیم جان برکت صاحب، چیئرمین، مجلس قائدہ برائے حکومہ ایس اینڈ جی اے ڈی، بین الصوبائی رابط، قانون و پارلیمانی امور، پرو سیکریٹریشن اور انسانی حقوق، وفاقی حکومت کے آفیسران کی مراعات و سہولیات بی ایس ایس، بی

سی ایس کے آفیسران کا کوٹھ اور جعلی لوکل ڈو میسائل پروفاقی محکموں میں تعینات الہکاران اور آفیسران کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی کی بابت تحریک پیش کریں۔

جناب ولیم جان برکت: شکر یہ میڈم۔ میں ولیم جان برکت، چیئرمین، مجلس قائمہ برائے محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی، بین الصوبائی رابطہ، قانون و پارلیمانی امور، پرو سکیوشن اور انسانی حقوق تحریک پیش کرتا ہوں کہوفاقی حکومت کے آفیسران کی مراعات و سہولیات بی ایس ایس، بی سی ایس کے آفیسران کا کوٹھ اور جعلی لوکل ڈو میسائل پروفاقی محکموں میں تعینات الہکاران و آفیسران کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی کی منظوری دی جائے۔

میڈم اپسیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیاوفاقی حکومت کے آفیسران کی مراعات و سہولیات بی ایس ایس، بی سی ایس کے آفیسران کا کوٹھ اور جعلی لوکل ڈو میسائل پروفاقی محکموں میں تعینات الہکاران و آفیسران کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی کی منظوری دی جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ وفاقی حکومت کے آفیسران کی مراعات و سہولیات بی ایس ایس، بی سی ایس کے آفیسران کا کوٹھ اور جعلی لوکل ڈو میسائل پروفاقی محکموں میں تعینات الہکاران و آفیسران کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی کی منظوری دی جاتی ہے۔ یہ توسعی دے دی ہے۔ اُس میں جب وہ بلا کیں گے پھر اس میں آپ اپنی recommendation دیں۔

جناب عبدالجید خان اچخزی: ایک ضروری بات ہے۔

میڈم اپسیکر: جی تباہیں۔

جناب عبدالجید خان اچخزی: کل اس meeting میں، میں بھی تھا۔ اس میں بڑی نئی نئی باتیں سامنے آ رہی ہیں۔ ہمارے ایڈوکیٹ جزل امام اللہ کنز الرافی صاحب آئے ہوئے تھے، as a member انہوں نے کہا کہ یہ ڈو میسائل کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ 2004ء اور 2006ء میں فیڈرل گورنمنٹ میں جو کمیٹی بنی ہوئی تھی، جو سردار یار محمد رضا سکو head کر رہے تھے۔ اور اسکی ممبر مولا نا شیرانی صاحب تھے، اور ہمارے خپدار سے MNA صاحب جو تھے نیشنل پارٹی کے وہ تھا اور انہوں نے کہا کہ میں خود بھی اسکا ممبر تھا۔ انہوں نے نئی اکشاف کیے۔ انہوں نے کہا کہ 2004ء میں جو فیڈرل گورنمنٹ میں ہمارے صوبے میں جو جعلی ڈو میسائل تھا اُنکی تعداد جو تھی وہ 2006ء میں ہزار 45۔ اُس دن جو میں نے figure بیان کی تھی میں نے کہا 18 ہزار 81 شاید اسی میں کی پیشی آئے گی۔ مگر 2004ء اور 45 ہزار تھی۔ ابھی یہ 45 ہزار لیس ہزار تھی۔ ابھی یہ 2006ء میں یہ figure اگر آپ لے لیں تو اسکے معنی یہ ہیں کہ ہمارے جعلی chair کر رہے تھے۔ 45 ہزار۔ ابھی اسکے معنی یہ ہیں کہ وہی figure اگر آپ لے لیں تو اسکے معنی یہ ہیں کہ ہمارے جعلی ڈو میسائل کا کوٹھ جو فیڈرل گورنمنٹ میں اس وقت ہے، یہ ڈیڑھ لاکھ کو touch کر رہا ہے۔ ڈیڑھ لاکھ لوگوں کو touch کر

رہا ہے۔ آئینیں ہزاروں 17, 18, 15, 16 اور کیا کیا ہے۔ میڈم اسپیکر! اسکے حوالے سے ولیم صاحب نے اچھا کام کیا ہے۔ باقی دوستوں نے بھی کیا ہیں۔ ابھی آپ اندازہ لگائیں کہ ہمارے صوبے کے ساتھ 2004ء اور 2006ء میں جو رپورٹ ہے۔ یہ ابھی تو آپ نے اسکو windup کر دیا ہے۔ مگر یہ چاہیے تھا کہ یہ فیڈرل گورنمنٹ میں وہ رپورٹ جو 2004ء اور 2006ء کی تھی 45 ہزار لوگوں کی، اسکو ہم نے کسی بھی طریقے سے ڈھونڈنا ہے۔

میڈم اسپیکر: ابھی windup نہیں کیا ہے اچھی صاحب! انہوں نے ایک ماہ کی مدت مانگی ہے۔ آپ میر کے طور پر جناب عبدالجید خان اچھی صاحب!

میڈم اسپیکر: نہیں آئینیں صرف اجازت ہی ہم دے سکتے ہیں۔ ابھی آپ دوبارہ جب اسکی meeting دوبارہ ہو گی۔ آپ اس میں تمام سفارشات جو آپ کہ رہے ہیں اس میں دیں۔ ٹھیک ہے۔ انھیں زمرک خان اچھی صاحب، چیئرمین مجلس برائے قواعد و انصباط کار و استحقاقات، استحقاقات سے متعلق مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی کی تحریک پیش کریں۔ چونکہ وہ یہاں نہیں ہیں تو محترمہ اسپوڈر می صاحبہ جو کہ مجلس کی رکن ہیں، وہ یہ تحریک پیش کریں گی۔

محترمہ اسپوڈر می اچھی صاحب! میں اسپوڈر می اچھی صاحب، رکن اسمبلی، چیئرمین، مجلس برائے قواعد و انصباط کار و استحقاقات کی جانب سے تحریک پیش کرتی ہوں کہ استحقاقات سے متعلق مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی منظوری دی جائے۔

میڈم اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا استحقاقات سے متعلق مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ توسعی کی منظوری دی جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ استحقاقات سے متعلق مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسعی کی منظوری دی جاتی ہے۔ آپ لوگ سب تشریف رکھیں، میں سب کو موقع دوں گی باری باری۔ ابھی چونکہ point of public interest کی ہے۔ سب سے پہلے سید آغا رضا صاحب نے، last اس میں تھا، تو ان کا pending چلا گیا تھا۔ پہلے میں ان کو موقع دیتی ہوں پھر ڈاکٹر صاحب! سب کو موقع دیتی ہوں۔ جی سید آغا رضا صاحب!

آغا سید محمد رضا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ أَرْبَعِينُ، یا چہلم امام حسین علیہ السلام کا ہر سال آتا ہے اور ہزاروں زائرین آ کر کے کوئی نہیں میں جمع ہوتے ہیں اور براستہ تفتان بھی لے جاتے ہیں ایران اور پھر وہاں سے عراق۔ اصل میں سب کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ آر بیعنی سے۔ یعنی عاشورہ محرم سے لے کے 20 صفر تک یہ چالیس دن بنتے ہیں۔ تو پینتیسویں دن یا چوتیسویں دن ہر کوئی نجف پہنچا چاہتا ہے کیونکہ وہاں سے پیدل روانی کا ایک سفر شروع ہوتا ہے، سفر انش کر بلکہ طرف۔ اور اہل بیت کے ماننے والے لبیک یا حسین کہتے ہوئے اس راستے پر گامزن ہوتے ہیں۔ اب ہم آتے ہیں پاکستانی زائرین کی

طرف۔ میدم! soft image یا ایک پاکستان کاپوری actually there is two face of Pakistan دنیا کو دکھاتے ہیں۔ پاکستان کے کونے سے یہ زائرین آتے ہیں۔ سارے صوبوں سے یہ آتے ہیں کوئی میں جمع ہوتے ہیں اور کوئی سے تفتان اور پھر آگے کا سفر یہ کرتے ہیں۔ ساری دنیا میں یہ پیغام، بہترین پیغام جاتا ہے کہ پاکستان میں اگر امن نہیں ہے تو یہ زائرین اقبال مبارف طے کر کے کوئی کیوں آتے ہیں؟ اور پھر ایک ایسی سرزی میں بلوچستان جو کہ اپنی ریاست کے حوالے سے، جو کہ مہمان نوازی کے حوالے سے، صدیوں سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ وہ اکتفا کرتے ہیں اسی سرزی میں پر۔ تو ان پر ماضی میں حملے بھی ہوئے ہیں لیکن اب شکر ہے پروردگار کا کہ پہلے تین سالوں میں کوئی major واقعہ زائرین کے حوالے سے پیش نہیں آیا ہے۔ یہ جاتے ہیں تفتان تک۔ اور یہاں کی سول انتظامیہ اور ظاہر ہے یہاں کی انتظامیہ جس میں اب ایف سی کو بھی ہم شامل کرتے ہیں وہ اپنی بھروسہ کوشش کرتے ہیں کہ یہ زائرین بروقت اور سہولت کے ساتھ پہنچ پائیں۔ لیکن عاشرہ محرم یعنی دسویں محرم کو اور چھتم کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ کیونکہ ایک دم سے سینکڑوں کے حساب سے بیس آتی ہیں میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ اس کو سوچنا چاہیے کہ ڈیڑھ کلو میٹر کے علاقے میں جہاں ہمیں confinement کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ ہم اپنی مرضی سے نہیں رہ رہے ہیں۔ وہاں پر پانچ سو بیس آکے رُک جاتی ہیں اور پھر پھیس ہزار کے قریب زائرین آکے رکتے ہیں اس سے زندگی کا اون زائرین کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہوں گے یہ آپ خود بہتر انداز میں پورا ایوان سمجھ سکتا ہے سوچ سکتا ہے۔ ہماری صرف یہ خواہش ہے کہ ان زائرین کو بروقت، جو نبی یہ پنجاب، سندھ، کے پی کے، یا پھر ملکت بلستان سے آتے ہیں ان کو فوری طور پر تفتان کی طرف روانہ کر دیا جائے اور فاقی حکومت سے بھی ہماری یہ درخواست ہے کہ وہاں ایف آئے کے جتنے بھی کارکنان وہاں پر دفتر میں، میں خود گیا ہوں ہر سال میں خود جاتا ہوں، بائی روڈ بھی جاتا ہوں تفتان تک۔ اور پھر میں نے وہاں دیکھا ہوں کہ وہاں ایف آئے کے کی عملے کی شدید قلت وہاں پائی جاتی ہے۔ وہاں مزید لوگ بٹھائے جانے چاہیے ان دو ہمینوں کے لئے۔ میدم! جس طرح سے جب تبلیغی اجتماعات ہوتے ہیں special ٹرینیں چلائی جاتی ہیں۔ اپیش بسیں چلائی جاتی ہیں اور چلائی جانی چاہیے ہم حمایت کرتے ہیں اس چیز کی۔ پاکستان کے ہر شہری کو چاہے وہ اگر کرکٹ میچ دیکھنے کو جاتا ہے کرکٹ اسٹیڈیم میں ہزاروں کی تعداد میں جاتے ہیں لوگ۔ اور پھر جب اسٹیڈیم میں میچ ختم ہو جاتا ہے یہ سارے لوگ بیک وقت جب باہر نکلتے ہیں وہاں لا ناف ڈسٹرబ ہو جاتی ہے۔ دیکھیں! ہمیں اگر when we talk about civic life. to ہمیں ہمیں civic sense بھی رکھنی چاہیے۔ کچھ لوگ عرضہ سراہی کرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے روڈ ز سارے بلاک ہیں۔ حالانکہ زائرین کی movements ساری کی ساری جو ہے وہ ایک بجے سے لے کے رات کو، صبح چھ بجے تک ہوتی ہیں۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ پانچ بجے یا چھ بجے کے قریب، 06:00 pm کو، ان کو شام کو چھ بجے نکالا گیا ہے۔ تو ظاہر ہے life disturb ہوئی گی۔ لیکن یہ تو ایک routine کا معاملہ ہے۔ ہر بڑے شہر

میں یہ چیز ہوتی ہے۔ تو اب میری گزارش یہ ہے کہ دس دس پندرہ پندرہ دن زائرین کو کوئی میں رکونے کا کوئی عقلی دلیل کسی کے پاس نہیں ہے۔ ان کو کیوں یہاں روکا جاتا ہے؟ آتے ہیں ان کو یہ N.O.C. جاری کیوں نہیں کی جاتی کہ وہ چلے جائیں؟۔

میڈم اسپیکر: یہ کس ڈیپارٹمنٹ کے پاس ہے اس کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟۔

آغا سید محمد رضا: ظاہر ہے اس کا تعلق ہوم کے ساتھ ہے اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس کو regularize کرنا ہے تو حج کی طرح یا پھر عمرے کی طرح باقاعدہ لائنس یافتہ ٹور آپ ٹریزر ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بھی شخص اُنھے کے سالار بن جائے اور ان بیچارے زائرین کو لا کے یہاں بٹھادیں۔ کبھی سردی ہوتی ہے کبھی گرمی۔ ہمارے پاس ڈیڑھ کلومیٹر کے علاقے میں ان کو accommodate کرنے کی جگہ بھی نہیں ہوتی ہے۔ اب کل رات تو تقریباً ایک سو چالیس بیس یہاں سے چلائی گئی ہیں This is a very good practise۔ اس سلسلے میں میں تعریف کروں گا سی سی پی او صاحب کا کمشنر صاحب کا کہ انہوں نے بہت تعاون کیا ہے لیکن بات جو میں نے کہنا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں ہر سال پیختہ چلانے پر گرگڑا نے پر مجبور کیوں کیا جاتا ہے؟۔ یہ زائرین ہیں، امام حسین علیہ السلام نے جو بی بی نینب سلام العہد علیہ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے چہلم منانے جاتے ہیں کر بلا۔ اور پھر واپس بھی آتے ہیں۔ اب آپ دیکھیے گا کہ اگلا جب اجلاس شروع ہو گا تو اُسیں پھر یہی ہماری فریاد ہو گی کہ پاکستان ہاؤس تفتان میں یہ سارے لوگ جمع ہیں۔ اور ان کو لا نے والا کوئی نہیں ہے۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے آپ کا point آگیا اس پر آغا صاحب۔

آغا سید محمد رضا: thank you ver much.

میڈم اسپیکر: سیکرٹری صاحب! جو ان کا point of public interest ہے، اس کو آپ home secretary کے ساتھ share کریں، باقاعدہ letter لکھیں۔ اور ان کا جواب طلب کریں۔ ڈاکٹر شمع اسحاق صاحب جی point of order پر ڈاکٹر صاحب! پہلے آپ۔ کیونکہ باقی سب ممبرز کو موقع ملا ہے پونکہ آپ کو کم ملتا ہے آپ کو موقع تو آپ بولیں۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: thank you میڈم اسپیکر! یہ ایک نہایت اہمیت کا حامل ایک مسئلہ ہے۔ آج پوری دنیا میں breast cancer day منایا جا رہا ہے۔ اور میڈم اسپیکر! مطلب سالانہ 40 ہزار خواتین cancer سے مر جاتی ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کیونکہ اگر اس کا علاج بروقت کر دیا جائے first stage پر تو یہ سو نص خواتین محفوظ رہتی ہیں۔ ہمارے یہاں پر awareness کوئی ایسا centre نہیں ہے، mammogram یہاں پر نہیں ہے، میں چونکہ آج بولان میڈیکل کالج میں گئی تھی، اور وہاں پر جو میں نے صورتحال دیکھ کر آئی، تو مجھے بہت افسوس ہوا۔ کچھ میں نے videos بنائی، کچھ pics بھی میں نے لی ہیں جو آپ کے ساتھ میں share کروں گی۔ وہ خواتین باہر وارڈ میں

بیٹھی ہوئی تھی، انکے لیے کوئی proper وارڈ بھی نہیں ہے، کوئی Room بھی نہیں ہے۔ وہاں پر ایک ہی ڈاکٹر ہے جو ان کا علاج کرتا ہے اور جو مریض ہیں انکے لیے گلے نہیں ہے تو وہ انکو اپنے کمرے میں بیٹھا دیتا ہے۔ تو جب ہم نے ان کا visit کیا، تو اس نے کہا یہ جو تمام عورتیں بیٹھی ہوئی ہے ان کے جگہ چونکہ نہیں ہے، تو آپ ریشن نہیں ہو پا رہا ہے، ایک سرجن ہے جو کہ خدائی خدمت گار طریقے سے ان کا ہسپتال کا time out بھی ہو جاتا ہے۔ وہ ان کا آپریشن کر دیتا ہے۔ اور وہ جو ہے ان کو باقی treatment کی سہولیت دیتا ہے۔ چونکہ chemotherapy جو ایک مریضہ کی ہوتی ہے تو اس کی حالت وہ بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور اس کے لیے بہت hygienic space کی ضرورت ہوتی ہے، یا وارڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور پھر وہاں پر وہ وارڈ بھی نہیں ہے، اب یہ تمام چیزیں۔ اور 24 صرف ہم یہ چاہتے ہیں کہ صرف 24 بستروں کا بھی ایک وارڈ ہوں، اور وہ بھی جو ایک وارڈ ہے ان کو orthopaedic والوں نے دیا ہوا ہے۔ اس میں اگر میڈم اسپیکر میں سمجھتی ہوں کہ آپ ہی کے دور میں اگر یہ کام ہو جائے، کیونکہ یہ پانچ، دس سال سے پہلے بھی، میں جب 2002ء میں بھی تھی، تب بھی میں یہ بلوتی آرہی تھی اور پھر میں نے پہلے بھی یہ بات کی جب ان کے ہسپتال کا visit کیا۔ اور یہاں پر گئی، آج نیشنل اسمبلی اور سینیٹ میں باقاعدہ وہ pink lights جو ہے ان کا انتظام کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ ribbon جو ہے یہ pink light جو ہے وہ انکو سکون رکھنے کے لیے pink lights کا انتظام کیا جاتا ہے مریضوں کے لیے بھی۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں، کہ ان کے پاس زمین بھی ہے، اور یہ پہلے اپنا مسئلہ لا چکے ہیں، اور ان کو یقین دہانی بھی کراچکی ہیں۔ چونکہ زمین ہے ہم آپ کو 24 بستروں کا ایک وارڈ بنادیتے ہیں۔ اور یہاں پر مریضوں کی operation chemotherapy کی تمام چیزیں ہو گی اور میں سمجھتی ہوں کہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس کو ہم نے حال نہیں کیا، تو پھر یہ عورتیں breast cancer سے یعنی کہ چھاتی کے سرطان سے مرتی رہیں گی۔ اور آج جو ہم نے جس قسم کی مریضائیں ہم نے دیکھی ہیں۔ جو کہ fourth stage operation پر تھی اور fourth stage کیونکہ space نہیں ہے۔ اب صرف space کی وجہ سے اگر ایک عورت مر جاتی ہے، تو میں سمجھتی ہوں ہم پھر خدا کو کیا مند دیکھائیں گے۔ کہ آج ہم وہاں پر دو کمرے بھی ان کے لیے نہیں بنائے، یا تین کمرے نہیں بنائے، یا ایک mammogram جو ہے ہم نہیں لاسکے۔ تو وہ ڈاکٹر رور ہے تھے، یا تو ہم یہ ہسپتال چھوڑ دیتے ہیں۔ یا پھر ہمارے لیے کچھ کیا جائے، انہوں نے مجھے PC1 بھی دیا ہوا ہے وہ بھی میں آپ کو دکھادوں گی۔ تو اگر زمین بھی ہے ان کے پاس اگر یہ یقین دہانی کراؤ دیں جائے، کہ یہ جوز میں ان کو allot کر کے یہاں پر ان کے لیے 24 بستروں کا ایک ہسپتال بنادیں۔ بڑی مہربانی۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جی ایک تو سیکرٹری صاحب! ایک تو آپ secretary health letter کو ایک

لکھیں۔ اور secretary صاحب کو میں اپنی چیمبر میں بھی بلاوں گی۔ یقیناً ایک ایسی تکلیف ہے، جس پر گزرتا ہے اُسی کو ہی معلوم ہے۔ یہ بہت سخت تکلیف اور سخت بیماری ہے، اور اس کو جھیلنا بہت مشکل ہے۔ جو تکلیف ڈاکٹر صاحبہ بتا رہی ہیں، وہ اُسکو جھیل بھی رہی ہیں۔ تو میں سمجھتی ہوں اس پر یہ صرف ایک دونیں بلکہ جس رفتار سے cancer بڑھ رہا ہے، آئندہ تو مجھے خوف ہے کہ بلوچستان میں یہ سب سے بڑی بیماری ہو گی کینسر۔ ہم اس وقت جو ماوں کی جوامواں ہیں، بچوں کی، اُس پر ہم پریشان ہیں۔ لیکن cancer جس تیزی سے بڑھ رہا ہے اُسکے لیے facilitation فراہم کرنا یقیناً government کی پوری ذمہ داری ہے۔ اور اس پر میں secretary health کو بلاکر personally اور ڈاکٹر صاحبہ! آپ کو بھی بلاوں گی اُس پر۔ اور ہم بیٹھ کر اُس پر تقاضیاً بات کریں گے اور ہم نے تمام ممبرز کو اُسیں جو بھی کردار ہو ہمارا۔ اور day منانا یقیناً ایک symbol ہے کہ ہم اُس کے ساتھ ہیں، اُس تحریک کے یا اُس تکلیف میں ہم مریضوں کے ساتھ ہیں۔ لیکن اُسکے ساتھ ساتھ یقیناً ہمیں عملی اقدامات کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اور یقیناً ہم آپکے اُس point پر پورے ساتھ ہیں۔ جی ڈاکٹر شاہدہ روڈ صاحبہ۔

محترمہ شاہدہ روڈ: اپنے صاحبہ! میرا جو point of public interest thank you ہے وہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے ہے۔ اپنے صاحبہ! آپ کی permission سے، یہاں پر زیارت وال صاحب تو نہیں ہیں لیکن ہماری بدمتی ہے کہ اس حکومت نے جونعرہ لگایا تھا ایجوکیشن کے اندر ایم جنسی کا وہ تو ہم نے اسکا حال دیکھ لیا۔ سب سے زیادہ سیکرٹری جو چیخ ہوئے وہ اسی ڈیپارٹمنٹ کے ہوئے ہیں۔ اور تو اور منظر بھی اس ڈیپارٹمنٹ کا چیخ ہوا یہ بھی تعلیمی ایم جنسی، جس کو انہوں نے show بھی کیا ہے۔ آپ ان کی کنڈیشن دیکھ لیں کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے گاہے بہ گاہے اتنے عجیب و غریب قسم کے notices forward کیئے جاتے ہیں کہ وہ جو انکے اپنے stakeholders ہیں، وہ بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔ حالیہ جوانگی طرف سے نویکیشن کیا گیا ہے وہ اسکوں میں بچوں کی چھٹیوں سے related ہیں۔ دو دن پہلے یہ خبر سارے صوبہ میں گردش کر گئی کہ چھٹیاں اسکولوں کی جو گرمیوں کی یا سردیوں کی ہیں یہ انہوں نے reduce کی ہیں۔ بڑا چھاپنے step تھا سے پہلے اس ہاؤس کے اندر میں ہوتی جوان کی favour کرتی اس بارے میں کیونکہ ہمیں اپنے بچوں کو پڑھانے میں یقیناً کوئی مسئلہ نہیں ہے ہم خوش ہوں گے کہ اگر بچوں کو تعلیم دی جائے لیکن مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ ان اسکولوں کے اندر ان بچوں کے ساتھ یہ رویدہ کھانا جان جن کو آپ بنیادی سہوٹیں ہی نہیں دے سکے ہیں اور آپ سردیوں میں ان کو پابند کر رہے ہیں کہ وہ اسکولوں میں آ کر کے بیٹھیں۔ ان اسکولوں میں جہاں کھڑکیاں شیشوں کے بغیر ہوں گی۔ اب یہ سارے مجھے بڑی شرمندگی سے کہنا پڑتا ہے یہ ہمارا مسئلہ اس لئے نہیں ہے کہ یہ میرے اور ان کے بچے جو ہیں وہ شاید پرائیویٹ اسکولوں میں پڑھتے ہیں یا ہو سکتا ہے وہ بلوچستان سے باہر پڑھتے ہوں۔ میں بات کر رہی ہوں اس

صوبہ کے ان بچوں کی جو سرکاری اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ یہاں غریب لوگوں کا مسئلہ ہے جن کے ووٹ لے کر کے ہم یہاں اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کی طرف سے اس چیز کو kindly دیکھا جائے وہ اسکول جو بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں ان بچوں کو آپ کس چیز کی سزا دے رہے ہیں کہ آپ نے ان کی چھٹیاں ڈھائی مہینے سے دو مہینے پر کر دی ہیں اور آپ کیا اُن کا in-put لے رہے ہیں اور آپ کو کیا اُن کا out-put ملے گا؟۔ یعنی آپ سوالے اُن بچوں اور ٹیچرز کو ذمہ دار کرنے کے علاوہ مجھے تو اور کوئی نظر نہیں آتا۔ ہاں آپ اسکولوں کو equipped کر دیں گیس، ہیٹر، بنیادی فراہم کر دیں۔ ہم اپنے بچوں کو پڑھانے کے لئے راضی ہیں۔ اسپیکر صاحبہ! آپ اپنا role play کرتے ہوئے kindly مکملہ تعلیم کو وزیر تعلیم کو اس طرح سے convince کریں کہ please آپ یہ تمام چیزیں اُس وقت لاگو کریں جب آپ نے اپنے حصے کا کام کر لیا ہو۔ اسی طرح پرائیویٹ اسکولوں کے حوالے سے مکملہ تعلیم نے ایک bill یا move urgently کیا تھا۔ جس کے بعد انہوں نے اُس کو واپس بھی لیا۔ انہیں کے کہنے پر جب کہ لوگ اس پر احتجاج ریکارڈ کروایا اپنا۔ آپ اُنکے کا عالم یہ دیکھ لیں۔ جس ایکٹ پر وہ متفق ہوئے ہیں۔ اُس کو آج تک اسمبلی میں پیش نہیں کر سکے۔ اُن seriousness Stakeholders کو انہوں نے on-board کیا ہے۔ اُنکے ساتھ بیٹھے اور وہ ایک ایکٹ جس پر ان سب نے agree کیا ہے۔ یعنی مجھے سمجھ نہیں آتا وہ کونسا reason ہے کہ وہ آج تک اُس کو اسمبلی میں پیش نہیں کر سکے۔ تو آپ سے میری ذاتی request یہ ہے۔ کہ آئندہ آنے والے دنوں میں جو ہمارا سیشن ہو گا میری طرف سے اس پر بالکل قرارداد آئیں۔ ہم چاہے اس کا ایک دن رکھیں کہ ہمیں ایجوکیشن کے حوالے سے بہت reservation ہے۔ ہمیں اس کو discuss کرنا ہے۔ ہمیں اُنکے تمام مسائل میں انکو حل کرنا ہے۔ اور اسکے لئے ہم آپ ہی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

میدم اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جی یا تین بی بی لہڑی صاحبہ آپ اسی پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

محترمہ یا سینیٹن بی بی لہڑی: شاہدہ صاحبہ نے بہت اہم پوائنٹ اٹھایا۔ خاص طور پر میں پرائیوٹ اسکولوں کے حوالے سے بات کروں گا۔ غالباً جب میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی جو روگویلی ٹری اتحاری ہی ہے پرائیوٹ اسکولوں کے حوالے سے اُس میں بہت serious concerns تھے ایسوی ایشن کے۔ اور وہ پچھلے تقریباً جب سے یہ پرائیوٹ bill یہاں rush میں اسمبلی میں پاس ہوا۔ جس کو ہم بھی نہ سمجھ سکے۔ اور نہ پڑھ سکے۔ بہت جلدی میں وہ پاس ہوا۔ اسکے بعد پھر ایجوکیشن منٹر کی یقین دہانی پر کہ اس ایکٹ کو ہم عملی جامہ نہیں پہنا سکیں گے۔ اسکو hold کیا گیا اور revise کرنے کا جو commitment کی گئی اب تک وہ ایکٹ revise نہیں ہوا۔ آٹھ مہینوں سے میں نے as a private member bill کے ڈرافٹ بنانے کے ڈیپارٹمنٹ کو سمجھوایا۔ وہاں سے مجھے یہ جواب ملا کہ ہم اسکو revise کر رہے ہیں۔ ہم گورنمنٹ کی through سے اس bill کو لے کر آئیں گے۔ پرائیوٹ ممبر بل لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آٹھ

مہینوں سے نہ گورنمنٹ بل لے کر آ رہی ہے اور نہ جو ہے میرے بل کو اہمیت دی گئی ہے۔ میدم اسپیکر! میں آپکو یہ بتاؤں کہ بلوچستان میں آج اگر Comparatively human resource ہمیں نظر آ رہا ہے۔ وہ پرائیویٹ سکولوں کی مرہون منت ہے۔ ورنہ آپکو پتہ ہے مطلب ہمارے ایجوکیشن اداروں کا حال پہلے رہا ہے اب تھوڑی بہت improvement محسوس کر رہے ہیں۔ لیکن بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اُن اداروں کو جو کہ بلوچستان کو well equipped human resource comparatively کیا ہے۔ اگر ان کو ہم پچھلے آٹھ مہینوں سے دس مہینوں سے وہ روڈوں پر ہے اُن کی management روڈوں پر ہیں۔ بجائے وہ اپنے سکولوں کو مینجنمنٹ پر توجہ دے۔ وہ سراپا احتجاج ہے۔ اور ایجوکیشن منستر سے میں نے بارہ بات کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بالکل ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ہم اس پر کام کر رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ میدم اسپیکر! آپ کی kindly serious attention اور رولنگ اس میں required ہے۔ کہ یا تو گورنمنٹ لے کر آئے bill کو یا پھر جو پرائیویٹ بل میں نے move کیا ہے۔ اُس کو as private member bill کے طور پر ہمیں سپورٹ کریں۔ تاکہ پرائیویٹ سکولوں کا مسئلہ حل ہو جائے۔ thank you میدم اسپیکر: میرے خیال میں this is very important۔ آپ کا شاہدہ صاحبہ! جو آپکا پہلا ہے چونکہ منستر ایجوکیشن یہاں تشریف نہیں رکھتے، گورنمنٹ کے منستر کو انہوں نے کہا نہیں ہے۔ تو اس میں جو چھٹیوں کے حوالے سے ہے اُس پر تو میں یہی کہوں گی کہ میں، ابھی نزدیک ہی ہے۔ اور اُس کو میں کمیٹی کے حوالے نہیں کر سکتی ہوں، تو وہ نومبر کل سے شروع ہو رہا ہے۔ تو میں اُن سے چیمبر میں بات کر لوں گی اور آپکو بھی بُلا لوں گی۔ آپ اُن سے بات کر لیجئے گا جو بھی ان کا جواب ہے اُسی طرح سے ہم چل پڑیں گے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن جہاں تک یہ دوسرا پوائنٹ آپ نے اٹھایا ہے یہ بل کا، جب اسپیکر میں نہیں تھی اُس وقت سے یہ میں سُن رہی ہوں۔ اور یہ بہت important point ہے اور یہ میں سمجھتی ہوں کہ پرائیویٹ بل کے حوالے سے تو یا ممکن اہمیت صاحبہ! آپ کے جو reservations ہیں اُن کو ہم بالکل ایڈریس کریں گے۔ لیکن اس وقت جو بات ہو رہی ہے پرائیویٹ اسکول کے ترمیمی بل کے حوالے سے ہے چونکہ یہ ایجوکیشن کمیٹی سے concerned رکھتا ہے تو میں ایجوکیشن کمیٹی ہے پرائیویٹ اسکولز کا ترمیمی مسودہ قانون چونکہ late بھی ہو رہا ہے اور ابھی تک کمیٹی کو بھی پتہ نہیں ہے کہ کیا ہے۔ تو یہ معاملہ میں مجلس قائمہ تعلیم کے حوالے کرتی ہوں۔ یہ تینوں آپ کے جو issues ہیں وہ ایڈریس ہو جائیں گے۔ جی عبد الجباری اچزنی صاحب۔

جناب عبد الجباری اچزنی: شکریہ میدم اسپیکر صاحبہ۔ point of public importance میں دانستہ اور غیر دانستہ مختلف لوگوں پر وہ دفعات لگائی جا رہی ہیں۔ جوان پر لا گو نہیں ہوتی ہے۔ جیسے کہ ATA 7 اغوا برائے تاوان، جائیداد، دیگر تاریخات اور ان دفعات پر راضی نامے بھی نہیں ہوتے ہیں۔ اس پر قانون سازی کرنی چاہیے۔ اس پر

سپریم کورٹ نے کئی فیصلے بھی دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر چھ سال میں ایک شخص جیل میں گزار کر کے ایک سال کی سزا پاتا ہے تو اسکے پانچ سال کے عمر، کہاں کدھر گئی؟ تفتیش کیلئے قانون بنایا جائے۔ جو کہ ۲۰ دن میں تفتیش کریں۔ ورنہ قیدی کو رہا کیا جائے Bail پر۔ سپریم کورٹ کے حوالے سے Lower courts ان دفعات کے نافذ پر احتیاط سے کام لے، ایک ASI، نائب تحصیلدار، تحصیلدار ایسے دفعات لگاتے ہیں۔ جو سپریم کورٹ کے فیصلوں کے عکس ہوتی ہیں۔ جن کے باعث ہزاروں افراد جیلوں میں قید ہیں۔ مفاد عامہ کی روشنی میں ماتحت عدالتون کو پابند کیا جائے تاکہ ان دفعات کو لاگو کرنے کے متعلق احتیاط سے کام لیں تاکہ کوئی شخص بیناہ قید و بند کی صحبتیں نہ جھلیں۔ 7ATA کی لاگو کرنے سے متعلقہ قانون سازی کی ضرورت ہے تاہم دفعات بلاوجہ لاگو کرنے کے باعث جیلوں میں بند افراد کی رہائی ممکن ہو سکے۔ وزیر قانون کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی جائے تاکہ دفعات کی غلط لاگو کرنے کو مستقبل میں مکمل طور پر روکا جائے۔ شکریہ۔

میڈم اسپیکر: مجیدا چکنی صاحب! point of public interest پڑھا نہیں جاتا ہے۔ تو یہ آپ کی انفارمیشن کیلئے ہے۔ پڑھنہیں سکتے آپ۔ زبانی بول سکتے ہیں۔

جناب عبدالجید خان اچکزی: ok.ok. کوئی مسئلہ نہیں میرے لئے۔ میڈم اسپیکر! ابھی ایسے issue پر بات کرنا ہے۔ جس میں آپ خود بھی اس میں ملوث ہیں۔ اچھی بات نہیں ہوتی ہے۔ مگر پریکٹیکلی ایک چیز میں آپ کو بتاتا ہوں۔ میں سنٹرل جیل کوئی میں ہوں۔ تین بھائی کا ایک کیس میں بتاتا ہوں کہ وہ مستونگ کے رہنے والے ہیں۔ جن کا قبائلی راضی نامہ ہو چکا ہے، چار سال پہلے۔ تینوں جیلوں میں ہیں۔ 7ATC لگا ہوا ہے۔ ابھی ایک معمولی تحصیلدار، نائب تحصیلدار، انسپکٹر، SHO، even رسالدار جس کوڑا بیل فورس کا کوئی سربراہ کہتے ہیں۔ یہ بھی مطلب ایسے دفعات لگاتے ہیں لوگوں پر جو پھر قبل ضمانت نہیں ہوتے ہیں۔ اغوا برائے تاوان۔ جائیداد کے تازاعات میں اغوا برائے تاوان، اغوا برائے تاوان میں راضی نامہ بھی نہیں اور ضمانت بھی نہیں ہے۔ مطلب قانون بالکل ہمارے صوبے میں lower level کے ہائیکورٹ تک۔ یہ تو بالکل جو ہو رہا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہو رہا ہے۔ مطلب میں اس سلسلے میں آپ کو میڈم اسپیکر یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ مطلب یہ کیسے ہو گا کہ سپریم کورٹ کے 14 فیصلے آچکے ہیں، 8 مارچ کے بعد چودہ فیصلے آچکے ہیں کہ 7ATC اُنہوں نے فیصلہ دے چکا ہے۔ کہ یہ قطعاً نہیں لگ سکتا۔ قبائلی تازاعات میں نہیں لگ سکتا ہے جائیداد پر نہیں لگ سکتا ہے۔ فلاں فلاں۔ بلکہ اُنہوں نے لاہور اور گوجرانوالے کے چار، پانچ Cases کا حوالہ دیا ہے۔ جس میں چار اور چھ افراد قتل ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اسیں بھی ATC لاگو نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک دشمنِ تنظیم کا حوالہ دیا ہے۔ تو اُسکی out side the county کوئی تنظیم آپریٹ کرتی ہے۔ Insight terrorism میں involve ہوتی ہے۔ تو اُسکی defination بالکل سپریم کا فیصلہ۔ اگر Supreme Court is last court in the

تو کیا یہ صحیح ہے کہ ہنگری کا عدالت اور جوڈیشل محکمہ یعنی عدالت، سپریم کورٹ کے فیصلے کو نہیں مان رہا ہے؟ ہماری گورنمنٹ نے کیا کیا ہے۔ کیا نہیں کیا۔ یہ تو God's knows better سب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ وہ تو واضح ہو جائے گا۔ کہ کیا ہے۔ انہوں نے کارنامے کیا ہے even for God sake چیز بتاتا ہوں۔ مطلب ایک بندے کا کسی دوسرے بندے کے ساتھ تنازعہ ہے۔ زمین پر جائیداد، رشتہ پر تنازعہ ہے۔ رشتہ پر تنازعہ ہے۔ تفتیشی بیٹھ کر کے اُنکے دفعات لگاتا ہے۔ اور وہ دفعات قابل ضمانت نہیں ہیں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے آچکے ہیں اس پر۔ میڈم اسپیکر میں ابھی ایک چیز آپ کو بیان کرتا ہوں۔ ایسے لوگوں جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو کہتے ہیں تفتیشی پیش نہیں ہوتا ہے۔ یہ تفتیشی پھر کر پشن کا اتنا بڑا ذریعہ ہے۔ یہ تفتیشی پیش نہیں ہوتا ہے۔ اگر کوئی میرا مخالف ہو گا۔ میں تفتیشی کو پانچ ہزار روپے دوں گا کہ آپ نے پیشی پر نہیں آنا ہے۔ پھر وہ چار سال نہیں آتا ہے۔ پانچ سال نہیں آتا ہے۔ گواہ پیش نہیں ہوتے ہیں عدالت میں۔ for God sake سپریم کورٹ کا verdict ہے۔ اگر ایک تفتیشی چالیس دن میں ایک کیس مکمل نہیں کر سکتا ہے۔ It should be bail out اُسکو bail ملنا چاہئے۔ مگر یہاں پر پانچ سال سے تفتیشی پیش نہیں ہو رہا ہے۔ even میں ابھی آپکوئی چیزیں بتاتا ہوں۔ تفتیشی کو لوگ جائیدادیں دیتے ہیں۔ سونا دیتے ہیں۔ بیویوں کے۔ مطلب کوئی بھی ذریعہ سے کوئی پیسہ کسی عورت کو بچے کو ملتا ہے۔ وہ تفتیشی کو دیتے ہیں۔ XXXXXXXX-XXXXXX-XXXXXX-XXXXXX یہ اس وقت اُدھر موجود نہیں تھا۔ XXXXX پھر آپ نے اُس بیچارے کو چار سال پانچ سال بھایا۔ آپ نے کہا کہ یہ نشیات اور یہ explosive اور یہ اس سے برآمد ہوئے۔ ابھی آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ نہیں ہے۔ مطلب اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ XXXXXXXX۔

میڈم اسپیکر: مجید اچنری صاحب Judiciary کے بارے میں آپ Comments نہیں دے سکتے ہیں۔ یہ الفاظ Expunge کیا جائے، پلیز۔

جناب عبدالجید خان اچنری: ٹھیک ہے۔ میڈم اسپیکر! یہ کہتا ہوں کہ قانون سازی ہونی چاہئے۔ ایک کمیٹی law Minister کی سربراہی میں بنادیں۔ مطلب جو ایک چیز کی بندے پر لا گوئی نہیں ہوتا ہے بحکم میڈم اسپیکر غیر پارلیمانی الفاظ XXXXXXXX کارروائی سے حذف کر دینے گئے۔ مطلب آپ بتائیں کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد بندے نے راضی نامہ کیا، پھر سپریم کورٹ گیا ہے۔ پھر بھی اُس نے 9 مہینے جیل میں گزارے۔ مطلب 14 سال جیل ATC دور کیا راضی نامہ کیا اور پھر وہی لوگ کو روٹ نہیں مان رہے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں آپ اس پر ایک کمیٹی بنادیں۔ ہم نے اس پر کام بھی کیا ہے اور یہ ایک اچھا موقع بھی جیل میں کام کرنے کا۔ مطلب اور بھی دوست ہے۔ وکلاء سے بھی میں نے بات کی ہے۔ وہ بھی اس پر راضی ہیں۔ ایک قانون سازی

ہونی چاہئے۔ مطلب 40 دن میں اگر ایک تفتیش کیس مکمل نہیں کر سکتا ہے۔ it's mean کہ وہ ہے۔ اور پھر اگر قانون سازی کرنے گے پریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں۔ اگر ایک بندہ جاتا ہے۔ جو بندہ FIR کاٹ رہا ہے۔ تحصیلدار، نائب تحصیلدار، انسپکٹر SHO جو بھی ہے۔ کم از کم وہ تو سوچے گا۔ even سپریم کورٹ کے فیصلے میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اُس ماتحت عدالت کے خلاف بھی case چلا جائیگا۔ جس بندے نے FIR کاٹا ہے۔ اس کے خلاف بھی کاٹا جائیگا۔ آخر یہ ٹرائبل سوسائٹی ہے ہمارے ہاں۔ یہ صوبہ سارا ٹرائبل ہے۔ میرا جھگڑا کسی سے ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جولنلن میں بیٹھا ہوا ہے۔ جو کراچی میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اُسکو بھی شامل تفتیش کر دوں۔ وہ پیچارہ پھر بھی شامل تفتیش ہو جاتا ہے۔ آخر court of law ہے۔ اس اسمبلی میں قانون پاس کرنے اور اسے implement کروانا ہے۔ تو اسیں more than sixteen kindly humble request میرا یہ ہے۔ کہ آپ اندازہ لگائیں گے۔ نہ یہ ضمانت کر سکتے ہیں نہ یہ چھوٹیں گے۔ کوئی جیل میں ہے اور کوئی فرار۔ اور انوغاء برائے تاوان، جائیداد کا تازعہ ہے۔ میرا کسی پر case ہے۔ ابھی ایک دوست نے بتایا ہے کہ بہت سے لوگوں کے کسی پر پیسے ہوتے ہیں۔ ہمارے جیل میں نوشی کے سیکرٹریز تھے، انہوں نے بتایا کہ کسی کے کسی کے اُپر پیسے ہیں۔ پھر اُس بندے کو اٹھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ انوغاء برائے تاوان کیلئے اُٹھایا ہے اور اس کے اوپر پھر انوغاء برائے تاوان کا دفعہ لگ جاتا ہے۔ تو میں یہ چاہتا ہے کہ کم از کم اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ جو ترقی ہم نے اس صوبے کو دی ہے۔ وہ تو ماشاء اللہ ہم نے دی ہے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ law Minister کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی جائے۔ یہ سفارشات مرتب کر کے مطلب اسکو اسمبلی سے پاس کرو اکر کے چیف جسٹس بلوچستان ہائیکورٹ کو بھیج دیں۔ اُس کو یہ کہنا ہے اور بلوچستان گورنمنٹ کا یہ فرض بنتا ہے۔ کہ جو ATC's 16000 ایک دے ٹی سی والے اور پتہ نہیں انوغاء برائے تاوان کتنے ہزار؟۔ یہ withdrawal میں یہ کہتا ہوں اس ہاؤس پر personally will go to the Supreme Court۔ آخر یہ آئین کا جو book ہے، سپریم کورٹ کا نجی بھی اس پر حلف لیتا ہے اور اسمبلی کا ممبر بھی اس پر حلف لیتا ہے۔ نیشنل اسمبلی کا بینٹ کا، آرمی چیف، پرائم منسٹر اور پرینڈینٹ اور یا اگر سب نے اس بک پر حلف لینا ہے جس کو ہم 1973ء کا آئین کہتے ہیں تو کیا پھر اسکی خلاف ورزی نہیں ہو رہی ہے؟۔ یہ تو سپریم کورٹ میں میں پھر جاؤں گا۔

محترمہ شمینہ خان: میڈم اسپیکر! اور لوگوں نے بھی بات کرنی ہے۔

میڈم اسپیکر: شمینہ صاحبہ! وہ اصل میں پوچھیت بہت important ہے۔

جناب عبدالجید خان اچجزی: تو میڈم اسپیکر! میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک کمیٹی آپ بنا لیں اس میں اسکی ممبر زندادیں۔

لوگوں کو ممبر زبانا دیں۔ مطلب بیس، پھیس ہزار خاندان بھگت رہے ہیں۔ مطلب ایک معمولی سالیں اچھے اور اُس کو آپ پانچ ہزار دس ہزار بیس ہزار دے دو جو دفعہ لگانے ہیں وہ ڈال دیگا۔ انسپکٹر، تحصیلدار، نائب تحصیلدار، رسالدار، یہ ہر ضلع میں یہ تماشہ ہو رہے ہیں تو kindly ذرا یہ ٹھیک کر دیں۔

میڈم اسپیکر: ٹھیک ہے مجید صاحب۔

جناب عبدالجید خان اچھزئی: اچھا میں یہ چاہتا ہوں۔ میں نے اُس دن وکیلوں سے بات کی۔ میں نے کہا اسکو ہم اردو میں ٹرانسلیٹ کر کے آپ کے پاس بھیج دیں گے کہ سپریم کورٹ نے یہ کہا ہے۔ even میڈم اسپیکر یہ مذاق کی بات ہے۔ وہ Lawers، وہ وکیل جو اے ٹی سی کے کیس چلا رہے ہیں انکو یہ بتہ نہیں تھا کہ سپریم کورٹ کے آٹھو دس گیارہ فیصلے آچکے ہیں اے ٹی سی کے بارے میں۔ مگر وہ چل رہے ہیں۔ humble request kindly یہ میری یہ ہے سارے ہاؤس سے کمیٹی بنالیں ہم یہاں پر سفارشات دے دیں گے۔ کم سے کم اگر کسی بندے نے کوئی کام کئے ہیں، اسکے مطابق اس پر دفعہ لگانا چاہیے اس کو اُس جرم کی سزا ملنی چاہیے۔

میڈم اسپیکر: thank you عبد الجید اچھزئی صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھمیران: دو منٹ لوں گا اسی کے لئے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اگر آپ اجازت دیں گے؟۔

میڈم اسپیکر: آپ بھی اسی پر بولنا چاہتے ہیں؟ جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھمیران: شکر یہ میڈم اسپیکر۔ بخار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مجید خان نے بہت ہی burning issue اٹھایا ہوا ہے۔ میڈم اسپیکر! یہ، مطلب ہے، میں بھی اور آپ بھی لاءِ گریجویٹ ہیں، ہم بھی لاءِ گریجویٹ ہیں۔ یہ ATA Anti-terrorists Act جو ہے، آئیں 6-ata 7-ata three stars کے تحت Anti-Terrorists Act کے تحت کم اسکی تفتیش نہیں کر سکتا ہے، ایف آئی آر نہیں کاٹ سکتا ہے۔ مطلب ہے کہ انسپکٹر ہو 16 گریڈ کا۔ اب جیسے مجید خان نے نشاندہی کیا ہے کہ جس کا بیل بھی چوری ہوتا ہے 7-ata 7-ata گل جاتا ہے اس کی کوئی by-furcation illegal detention کا قیدی ہوں۔ نجی جیل بنایا ہے کہ جی نجی جیل۔ ایک پانچ منٹ کیلئے تصور کیا جائے کہ نجی جیل کرنے کیلئے A-365 گل کیا گیا۔ مجھ پر so-called ضمیر کے ہے۔ یہ ہمارا گل ایڈیشنل سیکرٹری ہے وہا کثریہاں بیٹھا ہوتا ہے، وہ 7-ata minor کا اغوا، یہ دفعے لگا کے۔ پوزیشن یہ بتی ہے کہ کوئی کورٹ بھی اسکو bail دینے کو تیار نہیں ہے۔ تفتیش کا جہاں تک حال و احوال ہے۔ اب میرا کیس ہے۔ no complainant اور caseno ایک لاءِ کا آپ نے پڑھا ہے۔ میرے ایک اسی نجی جیل

میں complainant کہتے ہیں کہ ہم گئے نہیں ہیں ہمارا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ اُس ایف آئی آر، بیٹھ کے، ایک ایس پی صاحب تھا، اُسکو کہاں سے direction تھی، یہ پھر شمع تو اٹھ کے چل گئی۔ پھر شور ڈال دیں گے کہ جی ہمارے لیڈر کے خلاف بات کر رہے ہیں۔ میں کسی کے خلاف بات نہیں کر رہا ہوں۔ یہاں سے fax ہوئے سلسلہ ہوا۔ تو مختصرًا میڈم اپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ سولہ ہزار قیدی، جن پر اے اے ایکٹ کے تحت دفعے لگے ہوئے ہیں۔ اب اگر اسکو فیصلہ ممبر اسکے ایک بیوی، دونپیچھے بھی آئیں، 64000 ہزار آدمی اسمیں متاثر ہیں۔ سولہ ہزار گھرانے، پچھے کم خوشحال گھرانے، دونپیچے ایک بیوی والدین کو اس کو چھوڑ دو۔ باقی پیچے سلسلہ۔ چونسٹھ ہزار لوگ اسمیں متاثر ہیں۔ راضی نامے ہو گئے نہیں جی! 7-ata is the discretion of the court۔ اب وہ ایک لفظ ڈال دیا ہے۔ مطلب کورٹ کی مرضی ہے یوں کر لے یوں کر لے۔ میں contempt of the court میں نہیں جارہا ہوں۔ جہاں پر discretion authorities کی discretion ہے۔ وہ اسکی مرضی ہے۔ تو حالت میڈم اپیکر! یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے آگئی اس کی 364۔ کہاں پر juvenile آ جاتا ہے minor آ جاتا ہے۔ کم از کم یہ اسلامی احسان ہیں۔ مجھے بھی دیے ہیں مجید خان نے۔ ہم نے بھی نکال لیے ہیں کچھ۔ اس کی by-furcation ہوئی چاہیے کہ کہاں پر a ہے۔ 365-A ہے۔ کہاں پر juvenile آ جاتا ہے۔ میں نے جو کرامم کیا ہے مجھے بھگتنا چاہیے۔ میں کسی criminal کی، لیکن آپ کر جائے لوگوں پر۔ ہم نہیں کہتے ہیں کہ۔ میں نے جو کرامم کیا ہے مجھے بھگتنا چاہیے۔ میں کسی criminal کی، لیکن آپ جب بیگناہ کو اس کھاتے میں ڈالیں گے تو سب سے مظلوم طبقہ وہ پرانے زمانے میں ہم سنتے تھے میڈم اپیکر! ہاں شیر ہے، شیر جیل چلا گیا۔ جیل مردوں کیلئے بنی ہے۔ میں کہتا ہوں عورتوں کیلئے بھی جیل نہیں بنی ہے۔ XXXXXXXX

-XXXXXXXXXXXX-XXXXXXXXXXXX

میڈم اسپیکر: حذف کر دیں۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: اچھا! پھر وارڈن پھر رہے ہیں۔ مرضی ہے جیسے انہوں نے کہا۔ آپ نے وہ بھتے نہیں دیا۔ چکر میں لے جائیں گے۔ جیسے ایک ہر ان ہوتا ہے اس پر پچاس بھیڑیں پڑ جاتے ہیں کوئی ادھر سے ٹنڈا مارے گا کوئی ادھر سے۔ میدم اسپیکر! میں نے اپنی انکھوں سے دیکھا لوگوں کو بے عزت ہوتے۔ وہاں پر مجھ چیل میں ایسے ایسے لوگوں کو میں نے کھینچ کر نہیں کیا۔

بھل میدم اسپیکر عیر پارلیمانی القاط XXXXXXXXX کارروائی سے حفظ کر دیتے تھے۔
بے عزت ہوتے دیکھا کہ میدم اسپیکر تصویر نہیں کر سکتی۔ انکو چار پائی کیسا تھے باندھا گیا چوبیں گھنٹے وہ پڑا رہا اس کا باٹھ روم
چار پائی کے نیچے نکل گیا۔ اسکو کسی نے نہیں کھولا۔ مطلب اچھے عزت دار میں انکا نام نہیں لینا چاہتا ہوں یہاں پر۔ پوزیشن یہ
ہوتی ہے۔ تو، ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں جتنے تھوک کے حساب سے جیلیں بھری ہوئی ہیں۔ وہ تو جیل اصلاحات کی آپ نے
مہربانی کی جگہ ڈال میں ادھر ساری suggestions دوں گا۔ یہم از کم آپ لاءِ کریم گویت ہیں، آپ پر یکلس بھی کر جئی

ہیں۔ آپ اچھی طرح یہ Act کو بھی دیکھ سکتی ہیں۔ C.R.P.C. Major Act کو بھی دیکھ سکتی ہیں۔ دیکھ چکی ہیں۔ C.R.P.C. اور یہ تمام مطلب kindly متنہرین ہم دو ہیں۔ کہتے ہیں جہاں پر آگ لگتی ہے وہاں زمین گرم ہوتی ہے۔ ہماری زمین تو گرم ہو گئی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ابھی یہ پانچ میںی ہیں دو میںی ہیں پتہ نہیں کیا ہونے لگا ہے۔ اتنی ہے اللہ کرے کہ جیسے پرائم منسٹر کہہ رہے ہے ہیں کہ جولائی میں ایکشن ہوں۔ ہم خوش ہیں۔ ہم لوگوں کو کچھ دے کے جائیں۔ آپ چیز کر رہی ہےں۔ میں نہیں ہے کہ آپ کو پوچھتا ہے کہ میں ان چیزوں کو You are the Custodian of the House. This will be the great job. People remember you Madam Speaker, if you deliver something for these prisoners, juveniles, ladies. دعا میں دیتے ہیں۔ جب میں جیل میں تھا، جب میں نکلنے لگا لوگ رورہے تھے کہ اللہ کرے آپ سوال ادھر رہیں۔ مجید خان بیٹھا ہوا ہے، کر رہا ہے محنت، جتنا محنت اسکے بس میں ہے، بورنگ لگادیا ہے، ٹیکلیاں رکھ دیے ہیں، یہ کیا ہے، کچھ suggestions ہیں، وہ کریکا، انشاء اللہ کریکا۔ میری دعا ہے یہ دوچار دن میں نکل آئے۔ بعد میں ابھی اسکو پوچھتا ہے کہ کیا کیا ضرورت ہے، باہر سے کرے۔ جیل میں بیٹھنا میدم اپنیکر! اس سے گندی جگہ ہے ہی نہیں۔ میں ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ مردوں کیلئے کیا عروتوں کیلئے کیا بلکہ ایک وہ جو دھوپی گھاٹ والا چرسی ہے ناں اُس کیلئے بھی جیل بکواس ہے۔ اب کسی کھاتے میں نہیں ہے۔ اُنکے حرم و کرم پر ہیں۔ آپ کوئی بات نہیں کر سکتے ہیں۔ تو یہ اسمبلی کا آغازیافت کی سربراہی میں ایک کمیٹی ہے ہم بیٹھ جائیں گے۔ ہم اپنے لیوں پر، میں مجید خان سے بھی گزارش کروں گا۔ ان کا ایک اچھا Lawyer ہے۔ میرا کامران مرتضی میرا بھائی ہے، میرا دوست ہے۔ اسی طرح شوکت رختانی ATC کا نجح رہا ہے۔ اُن لوگوں کو ہم لے آئیں گے۔ گورنمنٹ کچھ نہ دے اُس کو۔ اُول تو وہ ہم سے فیسیں نہیں لیں گے ہمیں volunteer کے طور وہ نہیں اتنے suggestions دیں گے کہ روپرٹ بن جائیگی۔ اس اسمبلی سے مشترک طور پر چلی جائیگی۔ Courts میں چلی جائے گی۔ ہم یعنی چیز اکنے سر پر، کوئی Courts کے اوپر کوئی تھوپ نہیں رہے ہیں۔ انہیں کی چیزیں نکال کے، انہیں کی جو P.L.D's Authorities ہیں، جو D.P.O's ہیں، اُنہیں سے ہم پہنچن کے چیزیں ایک جگہ پر ان کو، ایک کتابی صورت میں، ایک روپرٹ کی صورت میں لے آئیں گے۔ وہ ایک ضابطہ اخلاق سمجھیں، اُس کو ایک way of working آپ کہہ لیں یا جو بھی کہیں۔ وہ چلا جائیگا، کم از کم اگر ہائی کورٹ کا ہمارا جو چیف صاحب ہے، he is son of soil وہ بھی اصلاحات چاہتا ہے۔ اسکے دور میں اگر یہ روپرٹ اُنکے پاس چلی جاتی ہے وہ with the direction, all the disstricts, all the D.P.O's, directive ڈپٹی کمشنر کو یہ ایک this should be implemented تو میرا خیال ہے پھر انکی اتنی طاقت نہیں ہے کہ کوئی بیٹھ کے کسی کے پلیٹیکل

victimization کریگا، خمیر کے طور پر، خمیر کا قیدی بنائے گا۔ یا ایک سلسلہ کریگا۔ تو میری گزارش یہ ہے آپ کا احسان۔ میں تو متاثرین میں سے ہوں، مجید متاثرین میں سے ہے، آپ کو یاد کریں گے میڈم اسپیکر، آپ Custodian of the House ہیں، آپ کو لوگ یاد کریں گے کہ وہ Law graduate بھی تھی، son of soil بھی تھی۔

(اذان، حاموشی)

میڈم اسپیکر: یہ بھی ایک تاریخ بن جاتی ہے۔ کہ انہوں نے اس صوبہ کے لئے، ان لوگوں کے لئے، معذوروں کے لئے، prisoners کے لئے جیل اصلاحات ہے، قیدی ہیں۔ مطلب قانون سازی ہمارا فرض ہے اسی کے لئے ہم منتخب ہو کے آتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم نے قانون سازی کرنی ہے۔ اور آگے Courts کا ہے کہ implement کرنی ہے۔ تو میں آپ سے یہی گزارش آخر میں کروں گا کہ اس سلسلے میں کچھ کیا جائے۔

میڈم اسپیکر: عبدالجید خان اچکزئی نے point of public importance کا بحوالہ 7-ATA کے لागو کرنے کا معاملہ، یقیناً نہایت عوای اہمیت کا حامل ہے۔ اور اس پر تمام، خاص پورپور سردار عبدالرحمٰن کھیتراں صاحب نے کافی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اُسکی اہمیت کے اوپر بات کی ہے۔ اور میں خود یہ بھتی ہوں کہ اس پر یقیناً مزید غور و خوض کرنے کی بے انتہا ضرورت ہے۔ کیونکہ عبدالجید اچکزئی صاحب نے مکملہ لاء کی بات کی ہے، مجلس داخلہ کا معاملہ ہے، اس اہم معاملہ کو میں کمیٹی برائے مجلس داخلہ کے سپرد کرتی ہوں۔ جیسے کہ آپ لوگ law graduates یعنی ہیں، ممبرز بھی ہیں اور قانون سے واقفیت بھی رکھتے ہیں۔ یہ 7-ATA basically وفاقی حکومت کا قانون ہے، جس پر صوبہ اپنی قانونی سازی نہیں کر سکتا ہے۔ تاہم آپ laws by laws کے حوالے سے، اپنی suggestions کے حوالے سے، مکملہ داخلہ کو اسیں شامل کر کے آپ اسیں اپنی رائے دے سکتے ہیں۔ اور اس پر اپنی laws by laws by باستکتے ہیں۔ تاکہ 7-ATA کا جو قانون ہے وہ اختیاط سے اُس کا لاغو ہو۔ ہاں اسکے ساتھ ساتھ Article 144 کے تحت آئیں، کہ صوبائی اسمبلی وفاق کو مذکورہ ایکٹ میں قانون سازی کا اختیار دے سکتی ہے۔ کہ اُس میں مزید ترمیم کی جائے۔ یا اُس میں آپ جس طرح، جس طرح کی باتیں اور جو suggestions آپ نے دی ہیں، وہ دیں۔ کیونکہ اس معاملہ میں صوبائی حکومت directly قانون سازی نہیں کر سکتی ہے۔ تو اس میں مکملہ داخلہ کی جو بھی suggestions ہوں گی، ہم اُس کو باقاعدہ ایک روپورٹ کی شکل میں وفاق کو آپ کے حوالے سے بھیجن گے۔ ٹھیک ہے۔ کمیٹی کے حوالے کرتی ہوں۔ اور اس میں عبدالجید اچکزئی صاحب اور سردار کھیتراں صاحب آپ دونوں بھی ممبر ہوں گے۔ جی شمینہ خان صاحب۔

محترمہ شمینہ خان: میڈم اسپیکر! اُس دن discuss ہوا تھا، پھر آپ نے کہا کہ چیزیں آجائیں۔ تو چیزیں بھی یہ جو سول سو ٹھنڈے کے حوالے سے تھا ایک پوائنٹ کے لئے دو ڈینا نہیں ہیں، ایک شارت ٹرم میں اور ایک لانگ ٹرم میں۔ تو شارت

31 اکتوبر 2017ء (ماہشات)

بلوچستان صوبائی اسمبلی

51

ٹرم پر میرے خیال میں شاید کام ہو رہا ہے لیکن پھر بھی نوٹس ابھی تک نہیں ہوئے اور لانگ ٹرم کیلئے میری request ہے کہ یہ کمیٹی کے حوالے یہ مسئلہ کیا جائے۔ اور مجھے بھی as a Member کیا جائے۔

میڈم اپسیکر: آپ کس کمیٹی کا کہہ رہی ہیں؟

محترمہ شمینہ خان: میڈم اپسیکر! S&GAD کے

میڈم اپسیکر: ok، ٹھیک ہے۔ آپ کا بڑا important point تھا اور کافی families سے کافی direct متأثر ہو رہی ہیں۔ تو نواب صاحب! یہ ایک serious point of public interest ہے پر محترمہ نے اٹھایا تھا last session میں اور ہم نے یہ کہا تھا کہ اس میں دو elements تھے ایک شارت ٹرم کے طور پر دیکھیں کہ کس طرح سے ہم ان متأثرين کی مدد کر سکتے ہیں، جو families متأثرين ہیں یا جو employees متأثر ہیں، وہ لانگ ٹرم کے تو چونکہ اس کا آپ کے مکمل سے تعلق ہے تو میں ان کو ہماری جو اسٹینڈنگ کمیٹی اُس کے حوالے کرتی ہوں اور یقیناً آپ اُس کے ممبر بھی ہیں، تو آپ اُس میں بہتر انداز میں بات کر سکیں گے۔ ٹھیک ہے۔ اب میں گورنر صاحب کا انگریزی حکمنامہ پڑھ کر سناتی ہوں۔

Order

In exercise of the powers conferred on me by Article 109(B) of the constitution of Islamic Republic of Pakistan 1973. I Muhammad Khan Achakzai Governor Balouchistan hereby order that on conclusion of the business the session of the Provincial Assembly of Balouchistan shall stand prorogued on Tuesday the 31st October 2017.

اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک متovi کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 7 بجکر 30 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)